بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ
وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ
الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝ مَّاكِثِيْنَ
فِيْهِ اَبَدًا ۝ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا * سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں اصلاً کجی نہ رکھی * عدل والی کتاب کہ اللہ کے سخت عذاب سے ڈرائے اور ایمان والوں کو جو نیک کام کریں بشارت دے کہ ان کے لئے اچھا ثواب ہے * جس میں ہمیشہ رہیں گے * اور ان کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنا کوئی بچہ بنایا۔ (۱۸/ ۱تا۴ * ت: ک)

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر امر کے آغاز اور اختتام پر اپنی حمد اور تعریف بیان فرماتا ہے کیونکہ وہ ہر حال میں قابل ستائش اور لائق ثنا ہے۔ اول و آخر اور دنیا و آخرت میں ہر قسم کی تعریف و توصیف کا مستحق صرف وہی ہے اس لئے جب اپنے محبوب رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کریم اتارنے کا ذکر فرمانا چاہا تو پہلے اپنی حمد اور توصیف بیان کی کیونکہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی اور گراں قدر نعمت ہے جو اس نے اہل زمین کو ارزانی فرمائی اور اسے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جانے کا وسیلہ بنایا۔ یہ ایسی کتاب مستقیم ہے جس میں نہ کوئی کجی ہے اور نہ کوئی نقص۔ بلکہ یہ تو راہ ہدایت اور صراط مستقیم پر گامزن کرنے والی، واضح، جلی اور ظاہر کتاب ہے جو کافروں کو عذاب سے خبردار کرنے والی ہے اور مومنوں کو رحمت الٰہی کا مژدہ سنانے والی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر۔ ت)

۲۔ حضرت ابن عباسؓ قیما کا یہ معنی فرماتے ہیں کہ یہ بالکل کجی اور ٹیڑھے پن سے پاک ہے، اس میں کسی قسم کی افراط و تفریط نہیں ہے۔ فراء لکھتے ہیں یہ کتاب تمام الہامی کتابوں کی مؤید اور نگران ہے اور ان کے بعض احکام کو منسوخ کرتی ہے۔ بعض محققین کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ تکمیل انسانی کی صفت سے متصف ہے، بندوں کے مصالح درست کرنے والی ہے یعنی یہ نورانی صحیفہ جس طرح اپنی صفت کمال سے موصوف ہے اسی طرح دوسروں کی اصلاح اور ان کو کمال عروج تک پہنچانے کی صفت سے بھی مزین ہے۔ یہاں قرآن حکیم کی دو صفتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ اس میں کوئی خامی یا کجی نہیں ہے اور دوسرا یہ کہ یہ کتاب دوسروں کی خامیوں کی بھی اصلاح کرنے والی ہے

ان دونوں وصفوں کا فائدہ کلام میں تاکید ہے کیونکہ کئی ایسی چیزیں ہوتی ہیں جن کی صفت استقامت (استواء) بیان ہوتی ہے لیکن باریکی اور لطیف انداز سے دیکھا جائے تو اس میں کچھ نہ کچھ خامی اور کجی کمی نظر آجاتی ہے لیکن قرآن میں یہ دونوں اوصاف جمع فرما کر اس کی جامعیت کو واضح فرما دیا لِیُنذِرَ کا فاعل عبدہ ہے، یعنی اس کتاب حکمت وموعظت کے ساتھ میرا عبد کامل ان لوگوں کو ڈرائے جو شرک وکفر میں ملوث ہیں قرینہ کی وجہ سے پہلے مفعول کو حذف کیا گیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اسی غرض پر اکتفا کیا گیا ہے جس کے تحت کلام کو ذکر کرنا مقصود تھا۔ باسًا کا معنی عذاب ہے یعنی عبد کامل رکتاب کامل کے ذریعہ کفار کو اس عذاب سے ڈرائے جو بے نیاز ذات کی طرف سے جہنم کی آگ کی صورت میں ان پر ڈالا جائے گا۔ یہاں "یُبَشِّرَ" کا مفعول اول ذکر فرمایا ہے تاکہ ایمان داروں کی عظمت کا اظہار ہو جائے دوسرا یہ کہ ایمان اور اعمال صالحہ پر انہیں برانگیختہ کیا جائے یعنی نیک اعمال کرنے والوں کو یہ کتاب لاریب جنت اور رضاء الٰہی کا مژدۂ جانفزا سناتی ہے (ابن کثیر)

۳۔ اور جن لوگوں نے اس دعوت کو قبول کیا اور راہ حق پر چل پڑے اور اپنے نظریات کی صداقت پر اعمال حسنہ کی گواہی پیش کردی انہیں یہ کتاب مژدہ سناتی ہے کہ تکلیفوں سے مت گھبراؤ ثابت قدمی سے آگے بڑھتے جاؤ اور انہیں مژدہ وخوید ہے کہ وہ تا ابد جنت میں رہیں گے اور ہمیشہ وہاں کی نعمتوں سے لذت وسرور حاصل کرتے رہیں گے (بحوالہ ضیاء)

۴۔ عرب کے مشرکین فرشتوں اور نظر نہ آنے والی ارواح کو خدا کی اولاد سمجھ کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے بلکہ اب تک کہتے ہیں بعض یہود عزیر علیہ السلام کی نسبت بھی یہ اعتقاد رکھتے تھے اس لئے ان لوگوں کی طرف عنان کلام کو پھیرا اور سب ہی پر سرزنش کی۔ اس میں یہ بھی بتلا دیا کہ اس اعتقاد باطل پر ان کے پاس تو کیا ان کے باپ دادا کے پاس بھی کوئی یقینی دلالت والی سند نہیں محض توہم فاسد ہے یہ ایک تقلید تھی (تفسیر حقانی)

لغوی اشارے ✱ عِوَجًا: کجی، ٹیڑھاپن۔ یہ عَوِجَ یَعْوَجُ سے جس کا استعمال ٹیڑھا اور کج ہونے کے لئے ہوتا ہے اسم ہے۔ ابو زید نے جو لغت کے مشہور امام ہیں تصریح کی ہے کہ جو کجی آنکھوں سے نظر آئے اس کے لئے عَوَجٌ بالفتح آتا ہے اور جو آنکھ سے نہیں بلکہ عقل وشعور سے سمجھ میں آئے اس کے لئے عِوَجٌ بکسر العین آتا ہے ▲ قَيِّمًا: مفرد منصوب نکرہ: مستقیم یا درست کرنے والا۔ القَيِّمُ صیغہ صفت مفرد مذکر مرفوع، عام طور پر اہل تفسیر نے اس کا ترجمہ کیا ہے درست، ٹھیک، سیدھا لیکن راغب نے لطیف توجیہ کی ہے یعنی ایسا دین جو معاش ومعاد اور دنیا وآخرت کو درست کرنے والا ہے گویا امام راغب کے نزدیک قیم بمعنی مقوم ہے ▲ لَدُنْهُ: لَدُن مضاف ہُ ضمیر مذکر غائب مضاف الیہ، اس کی طرف سے ▲ بَأْسًا: سختی، خوف، اسم مونث ہے بُؤْسٌ سے مشتق ہے صفت نہیں ہے اور یعنی

کے خیال میں صفت ہے جو موصوف کے قائم مقام ہے ▲ مَاكِثِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر حالت نصب
ماکث: مفرد - ٹھہرے رہنے والے مراد ہمیشہ رہنے والے (لغات القرآن)

معلومات مزید ✱ کتاب المناقب صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک صحابی اپنے گھر میں سورہ کہف کی تلاوت کر رہے تھے ان کے گھر میں ایک جانور تھا وہ بدکنے لگا صحابی نے ادھر نظر دوڑائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بادل اس پر چھایا ہوا ہے انہوں نے اس کا ذکر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تو حضور اقدس نے فرمایا - اسے پڑھتے رہو کیوں کہ یہ وہ سکینہ ہے جس کا نزول تلاوت کے وقت ہوتا ہے - کتاب صلاۃ المسافرین صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد کتاب الملاحم میں ہے کہ وہ صحابی حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے ✱ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جس نے سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کر لیں وہ فتنۂ دجال سے محفوظ ہو گیا" نسائی میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "جس نے سورہ کہف کی آخری دس آیتیں پڑھیں تو اسے دجال سے حفاظت میسر آگئی - ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے سورۂ کہف کے اول آخر کی تلاوت کی، اس کے لئے اس کے قدموں سے سر تک نور ہوگا اور جس نے پوری سورہ کہف پڑھ لی تو اس کے لئے زمین سے آسمان تک کا نور ملے گا - (مسند احمد)

✱ اس سورت مبارکہ کا نام سورہ کہف ہے یہ سورت مکیہ ہے اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور ایک ہزار پانچسو ستتر [1577] کلمے اور چھ ہزار تین سو ساٹھ حرف ہیں ✱ جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھنے کے فضائل کئی احادیث میں بکثرت آئے ہیں ✱ سورہ کہف میں تین اہم واقعات ہیں سب سے بڑا تفصیلی واقعہ اصحاب کہف کا ہے اس میں دوسرا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی عظیم الشان ملاقات کا ہے - اس میں تیسرا اہم واقعہ حضرت ذوالقرنین کا ہے - یہ سورہ مبارکہ عین درمیان قرآن مجید واقع ہے

(س م ح ش)

مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۚ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ
اِلَّا كَذِبًا ○ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ○
اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ○ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ
مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ○

نہ تو اس بات کی ان کو ہی کچھ خبر ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو بڑی بھاری بات ہے جو ان کے
منہ سے نکلتی ہے وہ سراسر جھوٹ ہے * پھر کیا آپ اس افسوس میں (ہیں) کہ وہ اس
بات پر ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک ہی کر ڈالیں گے * جو کچھ زمین پر ہے اس کو ہم
نے زمین کی زینت بنا دیا ہے تاکہ امتحان کریں کہ ان میں سے کون اچھے کام کرتا ہے * اور
ہم تو جو کچھ اس پر ہے چٹیل میدان کر دیں گے۔ (۵/۱۸ تا ۸ * ت : ح)

۵۔ کفار و مشرکین جو بات زبان سے نکالتے اور جو عقیدہ رکھتے ہیں اس کی حقیقت کا ان کو کوئی علم نہیں،
محض جہالت یا توہم پرستی یا دوسروں کی تقلید میں ایسا کہتے ہیں، خود ان کو اپنے کلام کی مراد معلوم
نہیں باپ (اب) بیٹے (ابن) کا اطلاق ان کے نزدیک موثر اور اثر پر بھی ہوتا ہے اور نسبی باپ بیٹے
پر بھی۔ اگر ان کو اس لفظ کی مراد معلوم ہوتی اور نسبی باپ بیٹا مراد ہوتا تو ایسا لفظ کبھی نہیں
بولتے، یہ بات جو ان کی زبانوں سے نکل رہی ہے بڑی کفریہ ہے اس سے مخلوق کا خالق جیسا ہونا،
اللہ کے ساتھ مخلوق کو شریک کرنا اور اللہ کا اپنا جانشین بنانے کا ضرورت مند ہونا ثابت ہوتا ہے
کسی چیز کا علم نہ ہونے کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ (۱) وہ چیز موجود ہو اور اس کے احوال کا علم نہ ہو
(۲) وہ چیز معدوم ہو بلکہ اس کا وجود ہی ناممکن ہو اس لئے اس کی کسی حالت کا علم نہ ہو۔
اول صورت میں ناواقفیت کبھی کبھی عذر بن سکتی ہے لیکن دوسری قسم کی جہالت کا کوئی عذر قابل
پذیرائی نہیں۔ اس جگہ ناواقفیت اور جہالت کی دوسری صورت مراد ہے جو ہر حال قابل مواخذہ ہے
کَبُرَتْ کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ کفر کے اعتبار سے یہ کفریہ بات بڑی ہے دوسرا معنی کَبُرَتْ
کا ثبت ہے یعنی یہ بات بری ہے کلمہ کا استعمال پورے کلام بلکہ پورے قصیدہ کے لئے بھی
ہوتا ہے اس جگہ کلام (بات) ہی مراد ہے بات کی آواز تو منہ سے ہی نکلتی ہے اس آیت
میں تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ کا لفظ بڑھا کر یہ بتانا مقصود ہے کہ ان کی جرأت کفر بہت زیادہ
ہے کہ کلمہ کفر اپنے منہ سے (دانستہ) نکالتے ہیں۔ جھوٹ کہنے سے یہ مراد ہے کہ اس بات کی

واقع میں کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

۶۔ اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کفار کے ایمان لانے کی حرص میں اپنی جان کی بازی لگا رہے ہیں
آثارھم" ان کی جدائی و غم و حزن کی وجہ سے ان کے پیچھے"۔ کاشفی نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ آپ ان
کے برگشتہ ہونے یا آپ کے احکام سے انکار کے بعد آپ اپنے آپ کو مشقت میں اور اپنے قلب اطہر
کو غم میں مت ڈالئے ✱ کفار نے جب ایمان بالقرآن سے اعراض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو سخت ترین حزن ہوا۔ (روح البیان)

۷۔ حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا شیریں اور سرسبز و شاداب
ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ تمہیں خلیفہ بنا کر دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو، دنیا اور عورتوں سے
بچو کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلے سر اٹھانے والا فتنہ عورت ہی کے متعلق تھا۔ (ابن کثیر۔ ت)

● کون ہے جو حلال چیزوں کو اختیار کرتا ہے اور حرام سے بچتا ہے اور کون ہے جو اس میں فرق نہیں کرتا
خیال رہے کہ رب کا امتحان لینا اپنے علم کے لئے نہیں بلکہ اپنے بندوں پر ظاہر فرمانے کے لئے ہے تاکہ قیامت
میں کوئی اعتراض نہ کر سکے۔ (نور العرفان)

۸۔ ایک روز یعنی اس دن کہ نئی زندگانی کا آغاز ہوگا آغاز ہی میں ہم اس سب سامان کو
صعیدا جرزا کر دیں گے سب نیست و نابود ہو جائے گا نہ وہ عمارات عالیہ رہیں گی اور نہ وہ باغ
جن کو خلد منزل کہتے تھے نہ وہ کوٹھے نہ وہ آرائش کا باقی سامان پچھلی زندگی میں جو ان میں
سے کوئی چیز بھی کار آمد نہ ہوگی۔ (تفسیر حقانی)

لغوی اشارے ✱ کَبُرَتْ : واحد مذکر غائب ماضی معروف (کَرُمَ) تحقیق لغت سے پہلے اتنا جان لینا
ضروری ہے کہ عربی زبان میں جس لفظ کا اصلی مادہ ک۔ب۔ر سے مرکب ہوتا ہے اس کے مفہوم میں بڑائی
کے معنی ضرور ہوتے ہیں اسی لئے کبیر بڑے کو کہتے ہیں لیکن بڑائی کی نوعیت جدا جدا ہوتی ہے ۱۔ مرتبہ اور
عظمت میں بڑائی ۲۔ جسامت میں بڑائی ۳۔ صرف خیالی بڑائی جس کو عقیدۃً مان لیا گیا ہو واقع میں نہ ہو
۴۔ دنیوی مرتبہ میں بڑائی یعنی قومی سیادت ۵۔ عمر میں بڑائی 'پیری' بڑھاپا ۶۔ علم میں بڑائی ۷۔ تکلیف
میں بڑائی یعنی دشواری و سختی ۸۔ برائی اور گناہ میں بڑائی ۹۔ سزا کے اعتبار سے بڑائی ۱۰۔ اچھی
باتوں میں شدت اور بڑائی ۱۱۔ ذمہ داری کی بڑائی۔ یہ بھی یاد رہے کہ کبیر کے مقابلہ میں صغیر آتا ہے
جیسے کثرت کے مقابلے میں قلت، لیکن کبھی کثرت کی جگہ کبیر کو اور کبیر کی جگہ کثرت کو مجازاً استعمال
کر لیا جاتا ہے ▲ کَلِمَةً : کلام، بات، کلمہ توحید، حکم، دلائل ▲ بَاخِعٌ : غم میں گھونٹ ڈالنے
والا۔ بخع سے جس کے معنی غم میں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالنے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ▲

صَعِيدًا : زمین ، خاک ۔ صعود سے جس کے معنی بلند ہونے کے ہیں بروزن فعیل صفت کا صیغہ ہے اس کے معنی کے متعلق جو علماء کا اختلاف ہے وہ صَعِیْدًا کے ضمن میں امام راغب کے بیان میں معلوم ہوا کہ بعض نے اس کے معنی غبار کے بھی لئے ہیں ۔ علامہ علی بن محمد خازن بغدادی نے لکھا ہے "ربیع نے امام شافعی کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ اسم صعید غبار والی مٹی کے علاوہ اور کسی معنی کے لئے نہیں آتا چنانچہ سنگریزہ پر بھی خواہ موٹا ہو یا باریک صعید کا لفظ واقع نہیں ہوتا اور اگر مٹی یا ڈھیلے سنگریزہ کے ساتھ اس طرح مل جائے کہ اس پر غبار آجائے تو صعید وہ ہے جو اس کے ساتھ ملا ہے ۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ چونہ اور سرمہ اور گیرو سے تیمم نہ کرے کہ یہ سب پتھر ہی ہیں ۔ خازن لکھتے ہیں کہ صعید کی تفسیر میں یہ امام شافعی کا کلام ہے کہ جو لغت میں مقتدا ہیں اور ان کا قول اس کے بارے میں سند ہے ۔ فرا اور ابوعبیدہ نے بھی اس بارے میں ان سے موافقت کی ہے کہ اس کے معنی مٹی ہی کے ہیں (تفسیر خازن) لیکن حقیقت یہ ہے کہ لفظ صعید کی یہ لغوی تشریح نہیں بلکہ فقہی تفسیر ہے جو امام شافعیؒ نے اپنے مسلک کے مطابق کردی ہے چنانچہ امام حافظ قاضی ابوبکر بن العربی امام شافعی کا قول نقل کرکے فرماتے ہیں "یہ ان کی اپنے مذہب کے مطابق فقہی تفسیر ہے اور پہلے معنی جو ہم نے سابق میں بیان کئے وہ زیادہ صحیح اور لغت کے مطابق ہیں اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے "پھر ہو جائے وہ زمین صاف" (عارضۃ الاحوذی) اور زجاج نے جو لغت عربیت کے امام ہیں تصریح کی ہے "میں اس بارے میں اہل لغت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں جانتا کہ صعید کے معنی روئے زمین کے ہیں خواہ اس پر مٹی ہو یا نہ ہو اسی سے ارشاد الٰہی ہے صعیدًا جرزًا (زمین چٹیل کر) اور صعیدًا زلقًا (زمین صاف) اور اس کا نام اس لئے ہوا کہ وہ زمین کی سطح بالائی کی انتہا ہے ۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں سورہ نساء کی تفسیر میں صعید کے معنی "وجہ الارض" یعنی روئے زمین کے ہی لکھے ہیں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابوعبیدہ کا بھی یہی قول نقل کیا ہے (فتح الباری) اور اسی بنا پر ائمہ حنفیہ کا مسلک ہے کہ زمین کی جنس میں سے جس چیز سے بھی تیمم کرلیا جائے بشرطیکہ وہ پاک کرنے والی ہو تو جائز ہے اگرچہ اس پر گرد و غبار نہ ہو زمین کی جنس سے وہ چیز مراد ہے جو نہ آگ سے پگھلے اور نہ جل کر راکھ ہو جائے ۔ چنانچہ پتھر اور گچ اور چونہ اور سرمہ اور گیرو اور ہڑتال اور گندھک اور یاقوت اور زبرجد اور فیروزہ اور عقیق اور [illegible] اور پختہ اینٹ کہ یہ سب زمین کی جنس میں داخل ہیں اور سیاہ رنگ کے نمک یعنی سیندھا نون میں دو روایتیں ہیں مگر جواز تیمم پر فتویٰ ہے ▲ جُرُزًا : بنجر، چٹیل (لغات القرآن)

معلوماتِ مزید ✶ اس بارے میں نہ وہ کچھ علم رکھتے ہیں نہ ان کے باپ دادا کتنا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں ● تو کیا آپ (فرط غم سے) تلف کردیں گے اپنی جان ان کے پیچھے افسوس کرتے ہوئے اگر وہ ایمان نہ لائے اس قرآن کریم پر ● روئے زمین پر جو کچھ بھی ہے اسے ہم نے زمین کی خوش نمائی کا موجب بنایا کہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ کون اچھے کام کرتا ہے ● ہم زمین کو صاف چٹیل کردیں گے اور کچھ بھی باقی نہ رہے گا ۔ (س م ح ش)

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيٰتِنَا عَجَبًا ۝ إِذْ أَوَى
الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ
أَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ
بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا ۝

کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور کتبہ والے ہماری نشانیوں میں کچھ تعجب کی چیز تھے
* (وہ وقت قابل ذکر ہے) جب ان نوجوانوں نے غار میں جا کر پناہ لی پھر بولے
اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنے پاس سے رحمت وفضل عطا کر اور ہمارے لئے ہمارے
اس کام میں درستی کا سامان کر دے * سو ہم نے غار میں ان کے کانوں پر سالہا سال
تک (نیند) کا پردہ ڈالے رکھا * پھر ہم نے انہیں اٹھایا تاکہ ہم معلوم کریں کہ (ان)
دونوں گروہوں میں کون گروہ (اس حالت میں) رہنے کی مدت سے زیادہ واقف ہے *
(۱۸/ ۹ تا ۱۲ * ت : م)

۹۔ پہلے اجمال و اختصار کے ساتھ اصحاب کہف کا قصہ بیان ہو رہا ہے۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب
لیکن مقصود امت سے مخاطبت ہے
فرمایا کہ ہماری قدرت کے سامنے یہ کوئی بڑا تعجب خیز واقعہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے زمین و آسمان کی
تخلیق، گردش لیل و نہار، تسخیر شمس و قمر اور دیگر لا محدود نشانیاں اس کی روشن دلیلیں ہیں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر
قادر ہے یہ تمام اشیاء اصحاب کہف کے قصہ سے زیادہ تعجب خیز ہیں۔ مجاہدؒ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ فرمان
حق تعالیٰ ہے ہماری ایسی نشانیاں بھی ہیں جو اس واقعہ سے بھی زیادہ باعث تعجب ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے تفسیر میں
لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے آپ کو جس علم، سنت اور کتاب سے نوازا ہے وہ کہف و رقیم کے قصہ سے افضل ہے
کہف سے مراد پہاڑ کے اندر وہ غار ہے جس میں مذکورہ نوجوانوں نے پناہ لی تھی۔ رقیم کے متعلق حضرت ابن عباسؓ
عطیہ عوفی اور قتادہ کہتے ہیں کہ یہ ایلہ کے قریب ایک وادی ہے ضحاک کہتے ہیں کہ کہف تو وادی کی غار ہے اور
رقیم اس وادی کا نام ہے مجاہد کہتے ہیں کہ رقیم ان کی عمارت کا نام ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ
وادی ہے جہاں یہ غار تھی۔ حضرت کعب کا خیال ہے کہ رقیم بستی کا نام ہے۔ ابن جریج حضرت
ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں رقیم وہ پہاڑ ہے جہاں یہ غار تھی۔ مجاہد حضرت ابن عباسؓ سے بیان
کرتے ہیں کہ اس پہاڑ کا نام بنجلوس ہے (تفسیر طبری) شعیب جبائی بھی یہی کہتے ہیں کہ جس پہاڑ میں یہ
غار ہے اس کا نام بنجلوس ہے، غار کا نام حیزم اور کتے کا نام حمران۔ عکرمہ حضرت ابن عباسؓ

سے نقل کرتے ہیں کہ سارے قرآن کا مجھے علم ہے سوائے حنان، اواہ اور رقیم کے کلمات کے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم رقیم کیا ہے۔ کتاب ہے یا عمارت۔ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباسؓ سے رقیم بمعنی کتاب نقل کیا ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ رقیم پتھر کی ایک لوح تھی جس پر اصحاب کہف کا قصہ لکھ کر اسے غار کے دروازے پر رکھ دیا گیا تھا (ایضاً) عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ رقیم سے مراد کتاب ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے "کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ"۔ (۳۰/۲۰) آیت کا ظاہر تو اس کی تائید کرتا ہے اور ابن جریر نے بھی اسے ہی پسند کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رقیم فعیل کے وزن پر مرقوم مفعول کے معنی میں ہے یعنی لکھا ہوا، جیسے قتیل بمعنی مقتول اور جریح (زخمی) بمعنی مجروح۔ (ابن کثیر۔ ت)

۱۰۔ اصحاب کہف انسان اور سب مرد ہیں سب جوان ہیں جیسا کہ "فتیۃ" سے معلوم ہوا۔ راجح قول یہ ہے کہ ان کی تعداد سات ہے یملیخا، مکسلینا، مرطونس، بینونس، سارنیونس، ذونوانس، کشفیط۔ کتے کا نام قطمیر ہے (خازن و خزائن) اصحاب کہف کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد جبکہ عام لوگ اصنام پرست ہو گئے یہ لوگ شہر افسوس میں ایمان پر قائم رہے یہ دقیانوس بادشاہ کا زمانہ تھا جو مومنین کو قتل کرا دیتا تھا۔ یہ لوگ ایمان بچانے کے لئے ایک پہاڑ کے غار میں جا چھپے اور وہاں سو گئے [illegible] اور ایک کتا ان کے ساتھ تھا جو غار پر سو گیا۔ پہاڑ کا نام بنجلوس اور غار کا نام حیرم تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ لوگ تین سو برس سوتے رہے اس دوران دقیانوس ہلاک ہوا کئی سلطنتیں گزریں آخر کار ایک مرد صالح بادشاہ بیدروس ہوا اس نے اڑسٹھ سال حکومت کی اسکے دور میں لوگ قیامت کے منکر ہو گئے اس نے دعا مانگی کہ مولا کوئی ایسی نشانی دکھا دے جو قیامت میں اٹھنے پر دلیل ہو۔ اس دوران اصحاب کہف بیدار ہوئے اور یملیخا کو بازار بھیجا کہ کھانا لائے لیکن کسی کو اپنا ٹھکانہ نہ بتائے یملیخا نانبائی کی دکان پر گئے روٹی خریدی اور سکہ دیا تو دکاندار نے کہا یہ دقیانوس کا سکہ تین سو سال پرانا ہے اسے پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گیا۔ یملیخا نے جب اپنا واقعہ بیان کیا تو بادشاہ بیدروس اور اسکے امراء اصحاب کہف سے ملنے غار تک گئے اور اس نے اپنی گمراہ رعایا سے کہا کہ یہ دلیل ہے کہ اللہ ان لوگوں کو تین سو سال تک سلا کر اٹھاتا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ وہ قیامت میں مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ یہ حضرات پھر سے غار میں سو گئے اور بیدروس نے وہاں غار کے دروازے پر مسجد بنانے کا حکم دیا۔ جہاں شہر کے لوگ سالانہ جمع ہوتے اور خوشی منایا کرتے۔ (کنز الایمان نور العرفان)

۱۱۔ ہم نے ان کے کانوں پر ایسا حجاب لگا دیا جو ان کے کانوں کے اندر ہر قسم کی آواز کو روکتا تھا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے انہیں سلا دیا ان کے گہری نیند میں سو جانے کو حجاب سے تشبیہ دی گئی ہے جیسے حجاب باہر کی چیزوں کو اندر جانے سے روکتا ہے ایسے ہی ان کی نیند کانوں پر حجاب کے مانند تھی کہ باہر کی آوازیں اندر جانے سے روکتی تھی ✱ ان پر نیند کا غلبہ اور ان کے واقعات جیسے ان کی نیند یا
ے

واضح ہاں بیں کروٹیں بدلنا وغیرہ ان پر اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمتیں ہیں جو خصوصیت سے انہیں عطا ہوئیں جو دیکھنے والوں سے اوجھل بھی تھیں اور خرقِ عادت کے طور پر بھی۔ فی الکھف ظرفِ مکان ضربنا سے متعلق ہے اور سنین یہ ظرفِ زمان اسی ضربنا سے متعلق ہے عدداً گنتی والے یعنی تین سو نو سال۔ (روح البیان)

۱۲۔ ان دو گروہوں سے مراد اختلاف کرنے والے فریق ہیں یا تو اسی دور کے وہ لوگ تھے جن کے درمیان ان کی بابت اختلاف ہوا، یا عہدِ رسالت کے مومن و کافر مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ اصحابِ کہف ہی میں سے ان کے دو گروہ بن گئے تھے ایک کہتا تھا کہ ہم اتنا عرصہ سوئے رہے، دوسرا اس کی نفی کرتا اور فریقِ اول سے کم و بیش مدت بتلاتا۔ (ص - ر)

لغوی اشارے ✱ حَسِبْتَ: تم نے سمجھا، تم نے گمان کیا۔ حسبانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ▲ اصحاب: ساتھی رفیق صاحب کی جمع جس کے معنی ساتھی اور کبھی مالک کے بھی آتے ہیں ▲ الکھف: پناہ، پہاڑ میں غار، جو مکان کی طرح بنا لیا جاتا ہے۔ کھوفٌ ▲ رقیم: نوشتہ، کتبہ، لکھا ہوا ایک شہر کا نام جو ملک شام کے اطراف میں بجانب شمال واقع تھا۔ مفردات میں امام راغب رقمطراز ہیں "کہا گیا ہے کہ رقیم مقام کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ (یعنی اصحاب الکہف والرقیم) اس پتھر کی طرف منسوب ہیں جس پر ان کے نام تحریر تھے" ▲ اَمَرْنَا: ہم نے حکم دیا یہاں امر تکوینی مراد ہے امرٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ▲ رَشَدًا: راستی، بھلائی، نیکی، راہ پانا۔ رَشَدَ یَرْشُدُ کا مصدر ہے اس کے معنی راہ راست پانے کے ہیں۔ امام راغب نے لکھا ہے کہ بعض محققین کا بیان ہے کہ رَشَدَ یَرْشُدُ سے اخص ہے کیونکہ رُشد امورِ دنیویہ اور اخرویہ دونوں میں استعمال ہوتا ہے اور رَشَدَ صرف امورِ اخرویہ میں بولا جاتا ہے اور راشِدٌ اور رَشِیدٌ دونوں کے لئے آتے ہیں۔ (لغات القرآن)

مفہوماتِ مزید ✱ دقیانوس جب روم کے ممالک پر قبضہ کیا تو اس نے یہاں پر اپنے معبودانِ باطل کے لئے ایک مذبح قائم کیا اور رعایا کو حکم دیا کہ ان معبودانِ باطل کی پرستش کریں جو انکار کرتا قتل کر دیا جاتا اسی شہر کے چھ نوجوان دل سے معبودِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور دقیانوس کی شرارت سے پناہ مانگتے تھے جب دقیانوس کو پتہ چلا تو اس نے انہیں گرفتار کر لیا اور غیر اللہ کی پرستش پر مجبور کیا نوجوانوں نے انکار کیا تو ان کا سارا مال و متاع چھین کر دقیانوس نے انہیں تین دن کی مہلت دی۔ انہوں نے یہ مہلت غنیمت جانی اور کسی طرح دقیانوس کی گرفت سے نکلے وادی کے ایک غار میں چھپ گئے مروی ہے کہ اثنائے راہ ایک چرواہا ملا اور ان کی رفاقت اختیار کی چرواہے کا کتا بھی پیچھے ہو لیا اسے لاکھ بھگایا گیا لیکن اس نے دامن نہ چھوڑا اللہ تعالیٰ نے اسے قوتِ گویائی بخشی تو اس نے ان سے کہا اے بزرگو! مجھے اللہ والوں سے محبت ہے مجھے بھی لے چلو جہاں تم آرام کرو گے میں نگرانی کرتا رہوں گا چنانچہ ان بزرگوں نے اسے ساتھ لے لیا چرواہے کے مشورہ پر وہ سب اسی غار میں پہنچے جس کا قرآن حکیم نے ذکر فرمایا ہے۔ (س م ح ش)

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۚ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ
زِدْنٰهُمْ هُدًى ۝ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۠ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ۝
هٰۤؤُلَاۤءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ۚ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ
بَيِّنٍ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) ہم بیان کرتے ہیں آپ سے ان کی خبر ٹھیک ٹھیک بیشک وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کے (نور) ہدایت میں اضافہ کر دیا * اور ہم نے مضبوط کر دیا ان کے دلوں کو جب وہ راہِ حق پر کھڑے ہو گئے تو انہوں نے (برملا) کہہ دیا ہمارا پروردگار وہ ہے جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا ہم ہرگز نہیں پکاریں گے اس کے سوا کسی معبود کو (اگر ہم ایسا کریں) تو تو یا ہم نے ایسی بات کہہ دی جو حق سے دور ہے * یہ ہماری قوم ہے جنہوں نے بنا لیا ہے اس کے سوا غیروں کو (اپنے) خدا کیوں نہیں پیش کرتے ان (کی خدائی) پر کوئی ایسی دلیل جو روشن ہو ورنہ پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے۔ (۱۸/ ۱۳ تا ۱۵ * ت: مض)

۱۳۔ یہاں سے اس قصہ کی تفصیلات شروع ہو رہی ہیں۔ یہ چند نوجوان تھے جو بوڑھوں کی بہ نسبت زیادہ ہدایت یافتہ اور قبولِ حق پر آمادہ تھے کیونکہ عمر رسیدہ سرکشی پر مصر رہے اور باطل دین کے ساتھ ہی چمٹے رہے یہی کیفیت قریش کی بھی تھی۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کی اکثریت نوجوانوں پر مشتمل تھی جبکہ زیادہ تر قریشی بوڑھے اپنے دین پر ڈٹے رہے اور ان میں سے بہت ہی کم لوگ مشرف بہ ایمان ہوئے۔ اسی طرح اصحابِ کہف کے متعلق بتایا کہ وہ چند نوجوان تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی کے کانوں میں بالیاں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ہدایت و تقویٰ کا نور ڈال دیا وہ اپنے رب پر ایمان لائے، اس کی وحدانیت کا اعتراف کیا اور اس بات کی گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر مزید کرم نوازی فرماتے ہوئے ان کے نورِ ہدایت میں اور اضافہ کر دیا۔ (بحوالہ ابن کثیر)

۱۴۔ ہم نے انھیں قوی بنایا یہاں تک کہ وہ اپنے اہل و عیال اور وطن اور نعمتوں اور کمائیوں کے ہجر کی تکلیفوں کو برداشت کرنے کے اہل ہو گئے اور بلا خوف و خطر حق کے اظہار پر جرأت مند ہوئے اور دقیانوس جیسے ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے حق گوئی پر بے باک ہو گئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے حق گوئی بہت بڑا اور افضل جہاد ہے۔ (نکتہ) ایسا جہاد خوف و رجاء کے درمیان ہوتا ہے

اور بادشاہ ایسے شخص کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے تو ایسے وقت میں حق گوئی میں خوف کا غلبہ ہوتا ہے
بنا بریں اس کی حق گوئی سے اسے افضل جہاد کا مرتبہ نصیب ہوا ★ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو
تقویت بخشی۔ قیام سے ان کا شعارِ دین کو قائم رکھنا مراد ہے بعض مفسرین نے کہا کہ ان کا
بیباک وہ قیام مراد ہے جب کہ دقیانوس جیسے ظالم و جابر حکمران کے سامنے گرفتار ہو کر آئے
تو اس نے انہیں صنم پرستی پر مجبور کیا اور اس پر دھمکیاں بھی دیں لیکن انہوں نے اس کی ان دھمکیوں
کی کوئی پرواہ نہ کی اس تقریر پر هٰؤُلَآءِ کو ماقبل کی عبارت سے کسی قسم کا تعلق نہ ہوگا بلکہ
یہ انہوں نے از خود کہا جب کہ وہ اپنی قوم سے نکل کر غار کی طرف جانے لگے تھے ★ ہم نے ان کے
دل مضبوط کیے تاکہ وہ دنیا اور اس کے نقش و نگار کی طرف ملتفت نہ ہوں بلکہ پورے طور پر
ماسوی اللہ سے منقطع ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں یہی وجہ ہے کہ جب وہ بیدار ہوئے
تو پھر انہوں نے حیوۃ الدنیا سے عدم رغبتی کا اظہار کرتے ہوئے جوارِ الٰہی میں زندگی بسر کرنے کی آرزو کی۔
چنانچہ عرض کی "ہمارا رب جمیع عالم کا پروردگار و مالک اور ان کا خالق ہے" ہم پرستش نہ
کریں گے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے معبود کی نہ مستقل طور پر اور نہ ہی اسے اللہ تعالیٰ کا شریک
ٹھہرا کر۔ بفرضِ محال اگر ہم خلاف کریں (یعنی غیر اللہ کی پرستش کریں) تو پھر ہم نے کہا ایسا قول اس وقت
حد سے متجاوز۔ (گویا ہم نے ایسی بات کہہ دی جو حق سے دور ہے۔ مف) (بحوالہ روح البیان)

۱۵۔ یہ ہماری احمق قوم جو اصنام کو خدا مانتی ہے کوئی واضح دلیل کیوں نہیں پیش کرتے کیوں کہ
عقیدہ ہمیشہ دلیل اور برہان پر مبنی ہوتا ہے۔ عقائد میں ظن اور تقلید کی اتباع جائز نہیں ہے
اس جملہ میں کفار کا منہ بند کرنا مقصود ہے کیوں کہ اصنام کی عبادت پر دلیل قائم کرنا محال ہے
اس سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ کا کسی مخلوق کو شریک ٹھہراتا ہے اور اس کا بیٹا
ہونے کا قول کرتا ہے۔ بہتان تراشنا کسی پر بھی ایک ظلم اور ناقابل معافی جرم ہے تو پھر اللہ تعالیٰ
کی ذات پر بہتان تراشنے والا کتنا ظالم اور بڑا مجرم ہوگا۔ (تفسیر مظہری ت)

لغوی اشارے ★ رَبَطْنَا: ہم نے گرہ دی، ہم نے باندھ دیا (ضرب) رَبْطٌ سے جس کے معنی
باندھنے کے ہیں ماضی کا صیغہ جمع متکلم ▲ شَطَطًا: جو بات حق سے دور، شَطَّ یَشُطُّ اور شَطَّ
یَشِطُّ کا مصدر ہے جس کے معنی اصل میں افراطِ بُعد یعنی حد سے زیادہ دور ہونے کے ہیں جو کہ
حد سے بڑھنا جور و ستم ہے اس لئے ان معنوں میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے اور اسی لئے اس
بات کو جو حق سے دور ہو شَطَط کہتے ہیں ▲ سُلْطٰنٍ: زور، قوت، حجت، برہان، سند،
حکومت۔ تاج العروس میں ہے۔ سلطان کے معنی حجت و برہان کے ہیں۔ اور کبھی اس سے معجزہ بھی مراد

لیا جاتا ہے۔ اور جب سلطان کے معنی حجت ہوں تو اس کی جمع نہیں آتی کیونکہ اس صورت میں وہ مصدر کا قائم مقام ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ سلیط سے ہے جس کے معنی زیتون کے تیل کے ہیں، اس کے روشن ہونے کی بنا پر ماخوذ ہے کیونکہ دلیل ایسی ہونی چاہیئے جو روشن ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں سلطان ہر جگہ بمعنی حجت (دلیل) ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ حجت کو سلطان اس لئے کہا گیا ہے کہ دلوں پر اس کا دباؤ ہوتا ہے لیکن اکثر اس کا تسلط اہل علم و حکمت ہی پر ہوتا ہے اور لیث نے کہا کہ سلطان کے معنی بادشاہ کی طاقت نیز اس شخص کی طاقت کے ہیں جو گو بادشاہ نہ ہو مگر اس کو شاہی طاقت حاصل ہو۔ جیسے کہتے ہیں "فلاں سے میرا حق لینے کے لئے میں نے تیرے لئے سلطنت کر دی ہے"

یہ لفظ مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزید ★ ایک گمراہ اور جابر قوم اور اس کے ظالم بادشاہ سے اہل حق جوان سال مومنین کا دوری اختیار کر لینا اور محض اپنے ایمان کی حفاظت کی خاطر، شرک و کفر کی آلودگیوں سے بچنے کے واسطے شہر آبادی اور آسائش حیات کو چھوڑ کر ایک وادی میں واقع غار میں جا کر چھپ جانا بجائے خود نشانِ حق آگہی اور استقامت ایمان ہے۔ قوم کے لوگ انہیں ختم کر دینا چاہتے تھے یا زور زبردستی کر کے انہیں اپنے باطل اور ظلمانی دین میں واپس لانا چاہا۔ یاران حق و توحید کے پرستاروں نے (دنیا اور دنیا کی ساری راحتوں کو چھوڑ دیا لیکن حق و صداقت کو نہ چھوڑا) ● اللہ تعالیٰ نے ان سعادت مند مومن نوجوانوں کو اپنے فضل و کرم سے اتنا قوی بنا دیا اور ایسا مضبوط و مستحکم کر دیا کہ انہوں نے اصنام و مظاہر پرست ظالم بادشاہ کے روبرو پورے ایمانی جوش کے ساتھ اظہار حق و صداقت کیا اور (بادشاہ) اس کے زور، جبر اور دباؤ کے باوجود باطل سے دوری اور حق کی پرستاری کے (اپنے) موقف کو واضح کر کے محبت الٰہی کا اعلان کر دیا اور اس کے بدلہ میں پیش آئندہ مصائب اور تکالیف کی پرواہ نہ کی۔ صاف صاف کہہ دیا کہ ہم معبود حقیقی خالق کائنات اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں گے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سوا کسی کی پرستش نہیں کریں گے ● ان اہل ایمان نوجوانوں کو اس بات پر سخت تعجب اور حیرانی تھی کہ قوم اور قوم کے سربراہوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ حق کو تسلیم نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے سوا مظاہر و مخلوق کو معبود بنائے بیٹھے ہیں اور اپنے اس عمل پر کوئی دلیل و سند بھی نہیں رکھتے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بھی بنا لئے اور اللہ پر جھوٹ بھی باندھا اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان مشرکوں سے بڑھ کر کوئی اور ظالم نہیں۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہماری اس قوم نے اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنا رکھا ہے یعنی اصنام کی پرستش کرتے ہیں۔ اصنام پرستی کی کوئی واضح دلیل یہ کیوں پیش نہیں کرتے جو شخص اللہ پر دروغ بندی کرے اس سے زیادہ ظالم بھلا کون ہے۔

(س م ح ش)

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ
رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا
طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ
الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ
الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ ع وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا
وَّهُمْ رُقُوْدٌ ڰ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ڰ وَكَلْبُهُمْ
بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝

اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا * اور اے محبوب تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو ان کے غار سے دہنی طرف بچ جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے حالانکہ وہ اس غار کے کھلے میدان میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے جسے اللہ راہ دے وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے * اور تم انہیں جاگتا سمجھو اور وہ سوتے ہیں اور ہم ان کی داہنی بائیں کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے غار کی چوکھٹ پر اے سننے والے اگر تو انہیں جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور ان سے ہیبت میں بھر جائے

(ک: ت * ۱۸/ ۱۶تا۱۸)

۲۶: فتنہ کے وقت جب آدمی کا دین خطرہ میں ہو تو ایسے حالات میں لوگوں سے الگ تھلگ ہونا جائز ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "قریب ہے ایسا زمانہ آجائے جب آدمی کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جنہیں وہ لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے مقامات پر چلا جائے گا اور فتنوں کے خوف سے اپنے دین کو لے کر فرار ہو جائے گا۔ (صحیح بخاری - کتاب الانبیاء) بہرصورت اس وقت جو صورتحال تھی اس کے پیش نظر ان نوجوانوں نے اپنی قوم سے دور ہونے کا ارادہ کر لیا۔ قدرت کی طرف سے ان کی دستگیری ہوئی۔ جیسا کہ فرمایا گیا "جب تم دین میں ان سے الگ تھلگ اور ان کے مخالف ہو گئے تو جسمانی

انتشار رہے لہٰذا ان سے الگ ہو جاؤ اور غار میں پناہ لے لو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت کی چادر میں چھپائے گا اور تم اپنی قوم کو دکھائی ہی نہیں دو گے اور وہ اس معاملہ میں تمہیں راحت اور آسانی بہم پہنچائے گا۔ لہٰذا یہ نوجوان موقعہ پاتے ہی وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور ایک غار میں پناہ گزیں ہو گئے۔ بادشاہ دقیانوس اور اس کی قوم کے کفار تلاش بسیار کے باوجود ان کا سراغ نہ پا سکے بھرپور کاوش و تلاش کے باوجود دقیانوس ان مومن نوجوانوں کو پکڑنے میں کامیاب نہ ہو سکا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کے معاملہ کو بالکل مخفی رکھا۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

● تمہارا رب تم کو رزق کی فراخی عنایت کرے گا اور دونوں جہان میں اپنی رحمت سے تمہارے لئے گنجائش فرما دے گا اور تمہارے تمام امور میں فائدہ کا سامان (خود) فراہم کر دے گا۔ مرفق اسم آلہ وہ ذریعہ جس سے فائدہ حاصل ہو۔ اصحاب کہف کا ایمان پختہ اور اللہ کے فضل پر بھروسہ اٹل تھا اس لئے انہوں نے یہ بات کہی (تفسیر مظہری)

۱۷۔ اور (اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اے مخاطب) تم دیکھو گے کہ دھوپ جب نکلتی ہے تو ان کے غار سے دائیں جانب کو بچی رہتی ہے اور جب ڈھلتی ہے تو بائیں طرف کو ہٹی رہتی ہے اور وہ غار کے فراخ مقام میں ہیں یعنی وسط غار میں وہ استراحت کر رہے ہیں نسیم و صبا کے جھونکے بھی ان کو لگتے ہیں دھوپ کی گرمی سے بھی محفوظ ہیں اور غار کا کوئی دکھ ان کو نہیں پہنچتا۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ غار کا رخ بنات النعش کی طرف تھا غار کے محاذات میں قریب ترین مشرق و مغرب راس سرطان کا مشرق و مغرب تھا جس وقت سورج کا مدار سرطان کا مدار ہوتا تو سورج کا طلوع اس کے مقابل بجانب یمین ہوتا اور غروب کے وقت غار کے مقابل سورج بجانب شمال ہوتا۔ اس طرح غار کے دونوں پہلوؤں پر سورج کی شعاعیں پڑتیں اور عفونت پیدا نہ ہونے پاتی تھی اور ہوا میں اعتدال قائم رہتا تھا اور آفتاب کی کرنیں اصحاب کہف کے جسموں پر نہ پڑنے پاتی تھیں کہ بدن جھلس جائیں، دکھ پائیں یا کپڑے فرسودہ ہو جائیں۔ بعض محققین نے ابن قتیبہ کی اس جغرافیائی وضاحت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بنات النعش کے سامنے غار کا ہونا خواہ اتفاقاً ہو لیکن حقیقت میں اللہ کی قدرت کار فرما تھی کہ اللہ اصحاب کہف کی طرف سے سورج کو پھیر دیتا تھا ✯ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے یعنی اللہ کی صنعت کی اعجوبہ کاری اور اس کی قدرت کی نشانی ہے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ یہ یعنی اصحاب کہف کا واقعہ اور غار میں ان کا پناہ گیر ہونا اور ان کی حفاظت کے لئے سامان فراہم کرنا اور پھر یہ صحیح صحیح قصہ بیان کرنا اللہ کی (قدرت، صنعت، علم اور قرآن کی صداقت کی) ایک نشانی ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کر دے وہی ہدایت پانے والا ہے یعنی جس کو ہدایت یاب ہونے کی توفیق

دے دے وہی کامیاب اور فلاح پانے والا ہوتا ہے۔ اس جملہ میں اصحاب کہف کی تعریف ہے اور اس امر پر تنبیہ ہے کہ اصحاب کہف کے واقعہ کی طرح آیاتِ قدرت بہت ہیں لیکن ان سے فائدہ اندوز وہی لوگ ہوتے ہیں جن کو غور و فکر کرنے کی اللہ توفیق عنایت فرمائے اور جس کو اللہ گمراہ کر دے (یعنی بے یار و مددگار چھوڑ دے اور ہدایت نہ کرے) اس کے لئے کوئی ذمہ دار مددگار اور ہدایت کرنے والا تم کو نہیں ملے گا۔ (ایضاً)

۱۸۔ خلاصہ عام: دیکھنے والے کو یہ یعنی تم انہیں دیکھ کر گمان کرو گے کہ بیدار ہیں (لیکن) وہ نیند میں ہیں اور ان کی نیند میں فرشتوں کے ذریعہ کروٹیں تبدیل کرتے ہیں اس جہت کی طرف جو ان کی داہنی جانب کے قریب اور اس جانب کی طرف جو بائیں طرف کے قریب ہے کروٹ بدلنے میں حکمت یہ ہے کہ ان کے اجسام کو مٹی اپنی لپیٹ میں نہ لے لے * سال بھر میں ان کی دو کروٹیں بدلی جاتی ہیں (ابو ہریرہؓ) سال میں ان کی صرف ایک کروٹ بدلی جاتی ہے (ابن عباسؓ) اور وہ کتا جسے چرواہے نے ساتھ لیا تھا اس کا نام قطمیر تھا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے تھا چوکھٹ پر۔ اگرچہ غار کا دروازہ ہوتا ہے نہ چوکھٹ لیکن یہاں پر وہی جگہ مراد لی گئی ہے جہاں گھر کا دروازہ ہوتا ہے * اگر تم ان کو آنکھوں سے جھانک کر دیکھ لو تم ان سے بھاگ جاؤ گے اور تم پر چھا جائے گا ان سے ایسا خوف جو سینہ کو بھر دے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے طریقے سے سلایا تھا کہ ان کی آنکھیں بیدار آدمی کی طرح کھلی ہوئی تھیں اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی سے بولنے کے لئے تیار ہیں۔ (روح البیان)

لغوی اشارے * اِعْتَزَلْتُمُوْهُمْ : تم نے ان سے کنارہ کر لیا۔ اعتزلتموا۔ اعتزال سے جس کے معنی کنارہ کرنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر واو اشباع کا ہے هم ضمیر جمع مذکر ▲ يُهَيِّئْ : واحد مذکر غائب مضارع (تفعیل) وہ فراہم کر دے گا تیار کر دے گا ▲ مِرْفَقًا : اسم آلہ مفرد۔ وہ چیز جس کے ذریعہ سے نفع حاصل کیا جائے مراد صبح و شام کا کھانا ▲ طلعت : وہ (دھوپ) نکلی۔ وہ (آفتاب) نکلا۔ (نصر) طلوعٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ▲ تَزَاوَرُ : وہ بچ کے جاتی ہے وہ کترا جاتی ہے تزاورٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ تزاور کے معنی اصل میں تو باہم ایک دوسرے کی زیارت کرنے اور سینہ بسینہ مقابل ہونے کے ہیں لیکن جب اس کے صلہ میں عن واقع ہوتا ہے تو رخ بچانے، سینہ موڑ لینے، بچ کر نکلنے اور کترانے کے معنی ہوتے ہیں اور یہاں آیت میں عن کے آنے سے یہی معنی مراد ہیں (لغات القرآن)

معلومات مزید * دقیانوس کے دربار سے نکل کر ان صالح نوجوانوں نے آپس میں کہا کہ جب تم نے ان اصنام پرستوں کو جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں چھوڑ دیا ہے تو چلو غار میں جا چھپو اللہ تم پر اپنی رحمت وسیع اور تمہارے کام آسان فرما دے گا ● غار میں سونے والے اہل ایمان نوجوانوں کی سلامتی کا معاملہ قدرت کی نشانیوں میں سے ہے ● غار والے سوتے ہیں لیکن انہیں دیکھنے والے بیدار سمجھیں۔ (س م ح ش)

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ
قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا
اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا
فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝ اِنَّهُمْ اِنْ
يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝
وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ
لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ
رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝

اور یونہی ہم نے (اپنی قدرت سے ایک بار) ان کو جگا بھی دیا تھا تاکہ باہم پوچھ گچھ کریں (پس)
ان میں سے ایک نے پوچھا کہ (بھلا) تم کس قدر (یہاں) ٹھہرے رہے انہوں نے کہا کہ ہم ایک
دن یا کچھ کم رہے ہیں (اس کے بعد) سب یہی کہنے لگے کہ تمہارا خدا ہی خوب جانتا ہے کہ
جس قدر یہاں ٹھہرے رہے ہو اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کو تو
بھیجو اور اس کو چاہیئے کہ وہ اچھا کھانا دیکھے کہ اس میں سے تمہارے پاس کچھ لائے اور
چاہیئے کہ چپکے سے آئے جائے اور کسی کو تمہاری خبر نہ دے * کیوں کہ اگر وہ تم پر قابو پا جاویں گے تو
تمہیں سنگسار کر ڈالیں گے یا تمہیں اپنے مذہب میں الٹا پھیر لاویں گے اور تب تم کبھی فلاح نہ پاؤ گے *
اور ہم نے ان کو ان لوگوں پر یوں ظاہر کر دیا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت
میں کوئی شک نہیں (ان کے ظاہر ہونے کے بعد) جب لوگ ان کے امر میں آپس میں جھگڑنے لگے پس
بعض نے کہا کہ ان کے غار پر ایک عمارت بناؤ (اور ان کے حال پر چھوڑ دو کیوں کہ) ان کا رب
ہی انہیں خوب جانتا ہے حق کی بات ور تھی انہوں نے کہا کہ ہم ان پر ضرور ایک مسجد بنائیں گے
(۱۸/ ۱۹ تا ۲۱ * ت : ج)

۱۹۔ اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا یعنی جس طرح نشانِ قدرت بنا کر غار کے اندر ہم نے طویل مدت تک
ان کو سلایا اور ان کے اجسام کو سڑنے گلنے سے محفوظ رکھا اسی طرح موت نما خواب سے ان کو بیدار کیا تاکہ

ان کے بیدار ہونے سے بھی قدرتِ خداوندی کا مظاہرہ ہو * تاکہ وہ آپس میں سوال (و جواب یعنی پوچھ گچھ) کریں اور اپنی حالت کا ان کو علم ہو جائے اور اپنے ساتھ اللہ کے کرم و سلوک کو پہچان کر قدرتِ خداوندی کا ان کو مزید یقین ہو جائے اور وقوعِ قیامت کے عقیدہ میں بصیرت آ گئیں پختگی پیدا ہو جائے * ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا آپ لوگ کتنی مدت سوتے رہے وہ دوسروں نے جواب دیا ایک دن ہم (سوتے) رہے یا کچھ کم ایک دن۔ غار میں صبح کو داخل ہوئے اور شام کو بیدار ہوئے اسی لئے انہوں نے دن بھر سوتے رہنا ظاہر کیا۔ لیکن آفتاب ڈوبا نہ تھا یہ دیکھ کر کچھ کم ایک دن کہا۔ غرض یہ جواب محض تخمینی تھا۔ اصحاب کہف نے جب اپنے بال اور ناخن بڑھے ہوئے دیکھے تو خیال کیا کہ ایک دن نہیں بلکہ ہم کو سوتے سوتے شاید کوئی لمبی مدت ہو گئی اس لئے بولے تمہارے رب کو خوب علم ہے کہ تم لوگ کتنی دیر (سوتے) رہے * اپنے میں سے کسی کو (یعنی تملیخا کو) یہ سکہ دے کر شہر (طرطوس) کو بھیجو (دورِ جاہلیت میں اس شہر کا نام افسوس تھا۔ پھر تحقیق کرے کہ اس شہر کے رہنے والوں میں کون زیادہ حلال کھانا بیچتا ہے جو کسی سے چھینا ہوا نہ ہو اور کسی حرام ذریعہ سے حاصل کیا ہوا بھی نہ ہو یا یہ مطلب ہے کہ اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا ہو۔ ضحاک نے ازکیٰ کا ترجمہ کیا ہے پاکیزہ ترین۔ مقاتل بن حیان نے کہا نہایت عمدہ۔ عکرمہ نے کہا مقدار میں زیادہ۔ زکوٰۃ کا لغوی معنی ہے افزونی، زیادتی بعض نے کہا ازکیٰ سے مراد ہے بہت سستا۔ وَلْيَتَلَطَّفْ اور خوش تدبیری سے کام لے یعنی ہنگامہ نہ لے آئے یا یہ مطلب ہے کہ اپنے کو پوشیدہ رکھے کسی کو پتہ نہ ہونے پائے (تفسیر مظہری)

۲۰۔ ان کا مقصود پاکیزہ اور حلال کھانے کا حصول تھا خواہ وہ زیادہ ہو یا کم اور انہوں نے اس مقصد کے لئے جانے والے کو تاکید کر دی کہ اسے آنے جانے اور کھانا خریدنے میں مکمل احتیاط برتنی چاہیئے اور ہر ممکن طریقے سے لوگوں کی نگاہوں سے بچ کر رہنا چاہیئے اور وہ کسی کو تمہاری موجودگی کا احساس نہ ہونے دے کیوں کہ اگر انھیں تمہاری موجودگی کا علم ہو گیا تو وہ تمہیں سنگسار کر کے ہلاک کر دیں گے یا پھر اپنے باطل مذہب میں جبر و تشدد کے ذریعہ دوبارہ لے آئیں گے یعنی دقیانوس بادشاہ کے آدمیوں سے انھیں خطرہ تھا کہ اگر انھیں ان کی بھنک پڑ گئی تو وہ انھیں گرفتار کر کے انواع و اقسام کے عذاب دیں گے، پھر انھیں یا تو ان کے باطل دین کو "مجبوراً قبول کرنا پڑے گا یا پھر موت کی آغوش میں جانا پڑتا" کہنے لگے کہ اگر تم نے ان کفار کی موافقت کرتے ہوئے ان کا دین قبول کر لیا تو نہ دنیا میں تمہارے لئے فلاح ہو گی نہ آخرت میں۔ (تفسیر ابن کثیر)

۲۱۔ یملیخا سمجھدار آدمی تھا اس لئے ان کی وصیت سن کر فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ حتی الامکان پورا کرنے کی کوشش کروں گا سب ساتھیوں کو الوداع کہہ کر شہر کو روانہ ہوا۔ جوں ہی شہر میں قدم رکھا تو دیکھا کہ شہر کا نقشہ ہی بدل گیا ہے۔ راستے، مکانات، دکانیں، لوگ اور ان کے طور طریقے سب بدلے ہوئے پائے اور حیران ہوا۔ آخرکار ایک نانبائی کی دکان سے روٹی اور سالن خریدا جب اس کی قیمت ادا کی تو نانبائی

نے قدیم سکہ دیکھ کر سمجھا کہ اسے شاید کوئی خزانہ دستیاب ہوا ہے لہٰذا اس نے خزانے سے متعلق دریافت کیا
یملیخا نے جب کہا کہ نہ میرے پاس خزانہ ہے اور نہ ہی چوری کیا ہے یہ رقم کل ہی میں نے اپنے والد کے گھر سے لی ہے
کسی نے یقین نہ کیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ یہ سکہ تین سو سال پہلے کا ہے اور اس پر دقیانوس بادشاہ کی
مہر ثبت ہے۔ یملیخا نے آخر جب سارا حال کہہ سنایا کہ کس طرح وہ اور اس کے ساتھی غار میں پناہ گزیں
ہوئے تھے اور آج ہم سو کر اٹھے ہیں اور تب ہی میرے پاس کھانا لینے آیا ہوں۔ لوگوں نے اس کی شکل و صورت
دیکھی باتیں سن کر طے کیا کہ بادشاہ کے پاس اسے لیجائیں چنانچہ جب بادشاہ کے ہاں لے گئے اور اس نے یملیخا
کی بات سنی تو اس نے اپنے درباریوں کے ساتھ غار پہنچکر صورت حال سے آگاہی حاصل کی۔ قبل ازیں
یملیخا نے غار پہنچکر اپنے ساتھیوں کو ساری سرگزشت سنا دی تھی۔ بادشاہ نے غار والوں کا بڑا
اکرام کیا * اللہ تعالیٰ کی کرشمہ سازی ہے کہ اصحاب کہف کے احوال ظاہر فرما کر مرنے کے بعد اٹھائے جانے
کی حقیقت کو واضح فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا ہے وہ سچ ہے اصحاب کہف کا نیند کے بعد جاگ
اٹھنا مردے کے حال کی طرح ہے نوم اور موت دونوں ہم جنس ہیں * قیامت کے وقوع اور اس کے اندر
سب کی حاضری کے متعلق کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ اصحاب کہف کا تین سو سال تک سونا ان کے اجسام
کا محفوظ رہنا اور پھر صحیح سالم جاگنا اس حقیقت کو عیاں کرتا ہے کہ تمام مخلوق کو موت کے بعد میدان حشر میں حاضر
ہونا ہے حساب کتاب و سزا و جزا کا حساب چکانا ہے
(بحوالہ روح البیان)

لغوی اشارے * لَبِثْنَا : ہم رہے ▲ وَرِقِكُمْ : اسم جنس مضاف کم ضمیر مضاف الیہ۔ تمہارا
چاندی کا سکہ ▲ اَزْكٰى : زیادہ ستھرا۔ زکوٰۃ سے جس کے معنی طہارت اور پاکیزگی کے ہیں افعل
التفضیل کا صیغہ ▲ يَتَلَطَّفْ : واحد مذکر غائب امر غائب تلطف مصدر (تفعل) حسن تدبیر سے کام
کرے، یعنی دانش سے کام لے ▲ يُعِيْدُ : واحد مذکر غائب مضارع مثبت اِعَادَةٌ
مصدر (افعال) وہ دوبارہ پیدا کرے گا لوٹائے گا۔ منفی وہ دوبارہ پیدا نہیں کرے گا (ل ق)

مفہومات مزید * تین سو سال تک اصحاب کہف کے سونے پھر بغیر سڑے گلے صحیح سالم جاگنے کی حقیقت
حکمت الٰہیہ ہے کہ دیکھنے والوں کو ایمان نصیب ہو ● یہ حضرات سورج نکلتے وقت غار میں داخل
ہوئے تھے اور آفتاب ڈوبتے وقت اٹھے تھے وہ سمجھے کہ آج ہی ہم سوئے تھے ● دقیانوس کے سکے
جو اصحاب کہف اپنے ساتھ غار میں لے گئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ توشہ یا پیسہ ساتھ رکھنا
توکل کے خلاف نہیں
(س م ح ش)

سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ
رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ
مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ۙ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ
فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۝ۧ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ۙ اِلَّآ
اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ۝

اب کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا اور کچھ کہیں گے پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا بے دیکھے الاؤ تکا ( ) بات اور کچھ کہیں گے سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا تم فرماؤ میرا رب ان کی گنتی خوب جانتا ہے انہیں نہیں جانتے مگر تھوڑے تو ان کے بارے میں بحث نہ کرو مگر اتنی ہی بحث جو ظاہر ہو چکی اور ان کے بارے میں کسی کتابی سے کچھ نہ پوچھو* اور ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کردوں گا* مگر یہ کہ اللہ چاہے اور اپنے رب کی یاد کر جب تو بھول جائے اور یوں کہو کہ قریب ہے میرا رب مجھے اس سے نزدیک تر راستی کی راہ دکھائے* (۱۸/ ۲۲ تا ۲۴ *ت: ک)

۲۲ - اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں اختلاف بیان کرتے ہوئے لوگوں کے تین اقوال ذکر کیے گئے ہیں - یہ اس بات کی دلیل ہے کہ چوتھا قول کوئی نہیں پہلے دونوں قولوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر ضعیف کر دیا "بن دیکھے تخمینے ہیں"۔ تیسرا قول بیان فرما کر سکوت اختیار فرمایا یا "وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا" فرما کر اسے ثابت کر دیا تو یہ قول کی صحت پر دلیل ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ حقیقت بالکل اسی طرح ہے۔ ساتھ ہی " آپ فرمائیے میرا رب بہتر جانتا ہے ان کی تعداد کو" کے ذریعہ رہنمائی فرما دی کہ ایسے موقعہ پر بہتر یہی ہے کہ حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ بغیر علم کے ایسے معاملات میں قیاس آرائیاں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، جب کسی چیز پر آگاہی ہو جائے تو اسے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن علم نہ ہو تو خاموشی اختیار کر لی جانی چاہئے۔ پھر ارشاد ہوا "بہت کم لوگ ان کی صحیح تعداد کو جانتے ہیں"۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ان قلیل افراد میں سے ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے استثناء فرمایا، ان کی تعداد سات تھی۔ (تفسیر طبری) مجاہد کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض تو کم عمر، روشن رو اور عنفوان شباب میں سے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کے بموجب وہ رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے، گریہ وزاری کرتے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے رہتے تھے۔ شعیب جبائی نے ان کے کتے کا نام حمران لکھا ہے تاہم

اصحاب کہف کے نام اور ان کے کتے کے نام کی صحت محل نظر ہے۔ فرمان حق تعالیٰ ہے کہ "سو بحث نہ کرو ان کے بارے میں بجز اس کے کہ سرسری سی گفتگو ہو جائے اور نہ دریافت کرو ان کے متعلق کسی سے" یعنی کہ یہ قصہ اور واقعہ معاملہ معمولی سا ہے اس سے کوئی بڑا فائدہ وابستہ نہیں اور اس لئے کسی کو لوگوں کو بجز چند کے اس بارے میں کچھ علم نہیں اگر لوگوں سے پوچھا جائے تو وہ خیال آرائیاں کرتے ہوئے ظن وتخمین سے کام لے کر بے دلیل باتیں کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز بہتر جانتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

۲۳۔ ایک نصیحت اور فائدہ مند بات جو ہمیشہ یاد رکھا جائے اور تا قیامت ہر مسلمان اس پر عمل کرے وہ یہ ہے کہ جب بھی دینی و دنیوی کوئی کام بھی کرنے لگو تو مطلقاً کبھی فقط یہ نہ کہو کہ میں کل ضرور ایسا کروں گا ویسا کروں گا بلکہ اپنے ارادے و نیت اور قول کے ساتھ یہ کہہ لیا کرو کہ "ان شاء اللہ تعالیٰ" میں کل آئندہ ایسا کروں گا یا فلاں کام یا بات، کلام ایسا کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یعنی ہر مسلمان تا قیامت اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کا استثناء ضرور کر لیا کرے۔ اس سلسلہ میں یہ حقائق پیش نظر رہیں کہ * کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم پر مجبور و مقبوض ہے۔ بندوں کے پاس کتنے ہی علم، ارادے اور اسباب جمع ہوں لیکن رب تعالیٰ کا ارادہ سب پر غالب ہے * بندے کبھی کبھی غلط کام کا ارادہ و منصوبہ عادتاً باندھ لیتے ہیں جس کے کرنے سے شدید نقصان کا اندیشہ ہو سکتا ہے لیکن جب بندہ اپنے کام میں رب تعالیٰ کی مشیت کو شامل کرے تو وہ کام یا تو مفید ہی ہو جاتا ہے اور اس کے سارے نقصانات قدرتاً ختم ہو جاتے ہیں یا وہ کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے ہی نہیں دیا جاتا اور بندہ اللہ کے کرم سے بہت سی مصیبتوں سے بچ جاتا ہے * جب بندہ اپنے قول و فعل میں ان شاء اللہ تعالیٰ کہے تو اس پر وعدہ کا بوجھ باقی نہیں رہتا * مشیت الٰہیہ کی شمولیت کی وجہ سے کام میں برکت و مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے اور بندہ ذی وقار ہوتا ہے۔ (بحوالہ اشرف التفاسیر)

۲۴۔ تسبیح اور استغفار کے ساتھ اپنے پروردگار کو یاد کرو جب تم بھول جاؤ۔ اس جملے میں ہر عزم میں ان شاء اللہ کہنے کے اہتمام پر تاکید ہے اور برانگیختہ کرنا ہے یا یہ معنی کہ جب تم سے کوئی امر الٰہی رہ جائے تو اپنے رب کریم اور اس کے عتاب و عقاب کو یاد کرو تاکہ تدارک میں یہ یاد تمہاری معاون ثابت ہو یا یہ معنی کہ جب تمہیں کوئی چیز بھول جائے تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو وہ تمہیں بھولی ہوئی چیز یاد دلا دے گا۔ عکرمہ کا کہنا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم غصہ میں ہو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو ضحاک کہتے ہیں کہ یہ نماز سے متعلق ہے یعنی نماز قضاء ہو جائے تو اسے ادا کرے (بغوی) حضرت انسؓ کی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو نماز بھول جائے تو جب اسے یاد آئے ادا (ترمذی) صحیحین، احمد اور نسائی میں ہے کہ "جو نماز بھول جائے یا نماز کے وقت سویا رہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب اسے نماز یاد آئے تو فوراً ادا کرے۔ ابن عباس وغیرہ نے اس کے معنی یوں بیان کئے ہیں کہ جب

تم ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جب یاد آئے کہہ دیا کرو۔ اسی قول کی بنا پر بعض محققین استثناء کی
تاخیر کے جواز کے قائل ہیں۔ لیکن عام فقہاء ایسی تاخیر کے قائل نہیں ہیں ✶ جب تم استثناء (ان شاء اللہ)
بھول جاؤ یا اس کام کا کرنا بھول جاؤ جس کا اللہ نے حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور استغفار کے ساتھ
ذکر کرو اور اس سے مدد طلب کرو اور یہ کہو کہ مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے اس بھولی ہوئی چیز
سے قریب تر ہدایت کی راہ دکھائے گا۔ یا اس طرح ذکر کرے کہ انسان کو احساس ندامت ہو۔ توبہ
و استغفار کرے اور فوت شدہ امر کی قضاء بھی کرے (بحوالہ تفسیر مظہری۔ ت)

لغوی اشارے ✶ رَجْمًا: سنگسار کرنا، قتل کرنا، بے سوچے سمجھے منہ سے بات نکال دینا، لعنت
کرنا، برا بھلا کہنا، دھتکارنا، دھتکارنا، رَجَمَ یَرْجُمُ کا مصدر ہے اصل میں رَجْمٌ کے معنی
رِجَامٌ (پتھروں) سے مارنے کے ہیں اور بقیہ تمام معانی مستعار ہیں ▲ تُمَارِ: تو گفتگو کرے، تو جھگڑے
مُمَارَاةٌ سے جس کے معنی کسی ایسی بات میں جھگڑنے اور گفتگو کرنے کے ہیں کہ جس میں شبہ اور تردد ہو
مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر لَا تُمَارِ (تو جھگڑا نہ کر، تو گفتگو نہ کر) فعل نہی ہے ▲ مِرَاءً:
مصدر منصوب باب مفاعلۃ جھگڑا کرنا، ایسی چیز میں جھگڑا کرنا جس میں تردد کیا جا رہا ہو۔ امتراءٌ
(باب افتعال) کا بھی یہی معنی ہے۔ اصل میں دودھ دوہنے کے لئے جانور کے تھن سہلانے کو مَرْیٌ کہتے ہیں
نتیجہ تک پہنچنے کے لئے امر نزاعی میں باہم گفتگو کرنے والے بھی جھگڑتے ہیں (راغب) ▲ غَدًا: غد کا ہم معنی (ل ق)

مفہومات مزید ✶ اصحاب کہف کی تعداد کے بارے مختلف آراء عیسائیوں کے دعووں کے متعلق ارشاد کہ
یہ محض ان کی قیاس آرائیاں، ظن و تخمین اور اندازے ہیں۔ اس معاملہ کو سپرد الٰہی کر دینا ہی بہتر ہے ●
کسی کے پاس خواہ وسائل کی کتنی فراوانی ہو اگر اللہ نہ چاہے تو سب بے سود و بے کار، ساری کوشش بے اثر
ہو جاتی ہیں۔ ہر چیز کے وقوع کا انحصار محض مشیت الٰہی پر ہے لہٰذا ہر کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا سعادت ہے
● یاد الٰہی میں غفلت و بھول ہو جائے تو پھر اس کا فوری تدارک ہو یاد آتے ہی ذکر حق میں مشغول ہو جائیں
✶ اختیار اور مشیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے بندوں کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کی مشیت پر مبنی ہیں ✶
حدیث شریف میں آیا ہے کہ مومن کے کمال ایمان کی علامت ہے کہ جب وہ اپنے ہر عمل سے پہلے ان شاء اللہ کہے
✶ یہود نے حضور خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر اصحاب کہف کے واقعہ کو دلیل بنایا
تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم پر اصحاب کہف کا واقعہ آسان فرمایا۔ (س م ح ش)

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ۝ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ
بِمَا لَبِثُوا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ
مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ۝ وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۭ
لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ قف وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝

اور وہ اپنے غار میں نو اوپر تین سو برس رہے* (اس پر بھی نہ مانیں تو) کہہ دو اللہ ہی اسے
خوب تر جانتا ہے کہ کس قدر رہے (کیونکہ) اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ
چیزوں کا علم ہے وہ کیا ہی بینا اور کیا ہی شنوا ہے اس کے سوا ان کا کوئی کارساز
نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے* اور (اے نبیؐ!) آپ کے رب کی
کتاب جو کچھ آپ پر وحی کی گئی ہے اس کو پڑھتے رہا کرو کوئی اس کی باتوں کو بدل نہیں
سکتا اور اس کے سوا آپ کو کوئی بھی پناہ نہ ملے گی۔ (۱۸/۲۵ تا ۲۷ * ت : ح)

۲۵۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مدت پر آگاہ فرما رہا ہے جو اصحاب کہف نے
بحالت نیند غار کے اندر گزاری۔ یہ مدت قمری حساب سے تین سو نو سال تھی اور شمسی اعتبار سے تین
سو سال کیونکہ شمسی اور قمری سالوں میں تفاوت ہے ہر سو سال پر تین سالوں کا فرق پڑتا ہے اس
لئے تین سو سال کا ذکر کرنے کے بعد نو بیان کیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

● اور وہ غار میں بیدار ہونے سے پہلے تین سو نو سال تک رہے ہیں۔ (شان نزول) ابن مردویہ
نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض
کیا گیا کہ اس سے تین سو سال مراد ہیں یا تین سو مہینے پھر اس پر یہ جملہ نازل ہوا "تین سو
برس تک رہے اور نو برس اوپر اور رہے۔ (تفسیر ابن عباسؓ۔ شا اردو)

۲۶۔ یعنی ہم نے فرمایا کہ اصحاب کہف کا غار میں ٹھہرنا اتنی مدت تک تھا جس کا ذکر ہو چکا ہے لیکن
اس کے باوجود بھی اگر کوئی ان کے متعلق اختلاف کرے تو اسے کہو "اللہ ہی جانتا ہے اس مدت کو جتنی
قدر وہ حضرات غار میں ٹھہرے اس لئے کہ مخفی امور کا جاننا اللہ تعالیٰ سے خاص ہے۔ (اس سے
معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام "اللہ تعالیٰ کی عطا سے" علوم غیبیہ جاننے کے بعد مامور من اللہ ہوتے ہیں کہ
وہ غیروں کو بھی جواب دیں۔ حاشیہ) اس سے فرمایا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے وہ غیب جو اہل ارض
سے زمینوں آسمانوں میں پوشیدہ ہے۔ کیا ہی جاننے والا ہے ہر موجود کو اور ہر مسموع کو کیا ہی سننے والا ہے

اللہ تعالیٰ کا علم بالمبصرات والمسموعات ہر کسی کے ادراک سے باہر ہے اس کے آگے کوئی شے پوشیدہ نہیں اور نہ ہی اس سے کوئی شے حائل ہو سکتی ہے اس کے آگے لطیف و کثیف، صغیر و کبیر اور خفی و جلی برابر ہیں ★ اہل سمٰوٰت والارض کے لئے نہیں اللہ کے ماسوا کوئی حاکم جو ان کے جملہ امور کا متولی ہو اور مستقل بالذات ان کی مدد کرے یعنی ان کا کوئی بھی کسی طرح کا مددگار نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ موجودات علویہ و سفلیہ میں کسی ایک کو بھی اپنے حکم یعنی قضاء ازلی میں ہمیشہ تک اپنی ذات عالی کا شریک نہیں کرتا اس لئے کہ اس کی عزت کسی کی محتاج نہیں اور نہ ہی وہ اپنے غناء ذاتی میں کسی کی ضرورت رکھتا ہے۔ ہو اللہ تعالیٰ نے جس طرح اصحاب کہف کے غار میں ٹھہرنے کی مدت بتائی ہے اب کسی کے لائق نہیں کہ اس کے برعکس کلام کرے ٢٧۔ کتاب سے مراد قرآن حکیم ہے یعنی قرآن کی تلاوت کرو اور اس کے احکام کی اتباع کرو اور ان کے لایعنی سوالوں (اس قرآن کے علاوہ قرآن لاؤ یا اس کو بدل دو) کی طرف کچھ توجہ نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس میں تغیر و تبدل کرنے پر قادر نہیں ہے۔ بعض محققین کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل معصیت کو جن کلمات کے ساتھ وعدہ وعید سنائی ہے انہیں کوئی بدلنے والا نہیں۔ اگر قرآن کی اتباع نہ کریں گے تو اس کے سوا کوئی قرار گاہ نہیں پائیں گے۔ ابن عباس نے ملتحدا کا معنی حرزاً (حفاظت گاہ) کیا ہے حسن نے مدخلاً (داخل ہونے کی جگہ) کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کھانے کی جگہ۔ التحد کا اصل معنی میلان ہے۔ (تفسیر مظہری)

لغوی اشارے ★ لَبِثُوْا: جمع مذکر غائب ماضی معروف، رہے وہ۔ ٹھہرے رہے وہ ▲ سِنِیْنَ: سال، برس، قحط سَنَةٌ کی جمع۔ مصباح میں ہے کہ سَنَةٌ کی جمع، جمع مذکر سالم کی طرح آتی ہے خیال جیسے سِنُوْنَ اور سِنِیْنَ بولا جاتا ہے اور اضافت کے لئے نون حذف ہو جاتا ہے اور ایک لغت (بولی) میں تمام حالتوں میں یاء برقرار رہتی ہے اور نون کو حرف اعراب قرار دیا جاتا ہے جس کو نکرہ ہونے کی صورت میں تنوین دی جاتی ہے اور اضافت میں حذف نہیں کیا جاتا گویا کہ وہ اصول کلمہ میں سے ہے ▲ اُتْلُ: تو پڑھ۔ تلاوت کر۔ تلاوۃٌ سے جس کے معنی پڑھنے اور معنی میں تدبر کرنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ▲ مُلْتَحَدًا: اسم ظرف بروزن اسم مفعول اِلْتِحَادٌ مصدر باب افتعال، پناہ کی جگہ یا مصدر میمی (باب افتعال) پناہ۔ لَحْدٌ اور لُحْدٌ (اسم) زمین کے اندر بغلی گڑھا۔ الحادٌ اور لُحُوْدٌ جمع لحادۃٌ گوشت کا ٹکڑا اعراب پڑھنے میں غلطی لَحْدٌ مصدر باب فتح، بغلی قبر کھودنا، لحد میں میت کو رکھنا۔ اگر اس کے بعد اِلیٰ مذکور ہو تو معنی ہوگا کسی طرف جھکنا، مائل ہونا کن انکھیوں سے دیکھنا۔ اِلحادٌ (باب افعال) قبر میں لحد بنانا لحد میں میت کو داخل کر دینا۔ پھر جانا۔ حق سے پھر جانا۔ لڑائی جھگڑا کرنا۔ بے دین ہو جانا

حد سے گزر جانا ، حکم کا پاس نہ کرنا ۔ اللہ کے ساتھ شریک بنانا ۔ ظلم کرنا ۔ قرآن فروشی کے لئے
غلہ جمع کرنا ۔ کسی پر عیب لگانا اور دروغ تراشی کرنا ۔ (قاموس و تاج) الحاد (شرک) کی دو صورتیں
ہیں (۱) اللہ کی ایسی صفات قرار دی جائیں جو شان الوہیت کے مناسب نہیں ۔ (۲) اللہ کی صفات
کی ایسی تاویل کی جائے جو نازیبا ہو ۔ دونوں کو قرآنی اصطلاح میں الحاد فی الاسماء کہا گیا ہے (راغب) (ل ق)

معلومات مزید ✶ ثلٰث مائۃ میں اشارہ اہل کتاب کے اعتقاد کے مطابق تھا اس لئے کہ وہ اپنی گنتی شمسی
سال کے موافق رکھتے ہیں ۔ اور چونکہ اہل عرب کا حساب قمری سال پر چلتا ہے اور قمری سال کے
حساب سے نو سال کا اضافہ ضروری تھا اسی لئے "وازدادوا تسعا" فرمایا اور قمری سال میں اضافہ
ضروری ہے شمسی سالوں پر ایک صدی کے بعد تین سال قمری زائد بنتے ہیں ۔ ✶ سال شمسی سورج
کے برج سے نکل کر اسی برج میں پہنچنے پر مکمل ہوتا ہے وہ تین سو پینسٹھ دن کا ہوتا ہے اور سال
قمری بارہ ماہ کو کہتے ہیں اور اس کے تین سو چوّن اور تہائی دن ہوتے ہیں ۔ ● خالق کائنات اور مطلق
اللہ تعالیٰ کا سننا دیکھنا ایسا قوی ہے کہ تم کو تعجب ہو جائے ۔ زمین اور آسمان والوں کا اللہ تعالیٰ کے
سوا کوئی حقیقی مددگار نہیں یا کافروں کا واقعہ میں کوئی مددگار نہیں جنہیں وہ مددگار سمجھے بیٹھے
ہیں دراصل وہ دھوکے میں ہیں ● راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ وحی وہ کلام الٰہی جس کا القاء انبیاء کو ہوتا ہے
وحی ۔ اشارہ کرنا ۔ اشارہ سے بتانا ۔ دل میں بات ڈالنا یعنی الہام سکھانا سمجھانا فرشتے کے ذریعہ سے
یا غیبی آواز کی وساطت سے کسی پیغمبر کے پاس اللہ کا کلام بھیجنا ۔ دل میں ڈالنا ✶ مراد کلام الٰہی
جو بصورت القاء یا تعلیم جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل ہو ۔ محققین و ائمہ لغت نے لکھا ہے کہ الہام اور وحی
کے لفظ باعتبار معنی لغوی کے قریب المعنی ہیں ۔ دل میں القاء کرنا ۔ عرف شرع میں وحی کے ساتھ
انبیاء مخصوص ہیں ۔ (س م ح ش)

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ
وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ
مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○ وَقُلِ
الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا
لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ
يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ○ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ○

اور روکے رکھیئے اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام
طلب گار ہیں اس کی رضا کے اور نہ ہٹیں آپ کی نگاہیں ان سے کیا آپ چاہتے ہیں دنیوی
زندگی کی زینت اور نہ پیروی کیجئے اس (بدنصیب) کی غافل کر دیا ہے ہم نے جس کے دل کو اپنی
یاد سے اور وہ اتباع کرتا ہے اپنی خواہش کا اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے * اور فرما دیجئے
حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس جس کا جی چاہے وہ ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے
کفر کرتا رہے۔ بیشک ہم نے تیار کر رکھی ہے ظالموں کے لئے آگ گھیر لیا ہے انھیں اس
آگ کی دیواروں نے۔ اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی کی جائے گی ایسے پانی کے ساتھ
جو پیپ کی طرح (غلیظ) ہے (اور اتنا گرم کہ) بھون ڈالتا ہے چہروں کو یہ مشروب بڑا
ناگوار ہے اور یہ قرارگاہ بڑی تکلیف دہ ہے * بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور
انھوں نے نیک کام کئے تو (ہمارا یہ دستور ہے کہ) ہم ضائع نہیں کرتے کسی کا اجر جو
عمدہ اور (مفید) کام کرتا ہے (۱۸/۲۸ تا ۳۰ * ت: ض)

۲۸ - اچھوں کے ساتھ رہنا اچھا ہے اگرچہ وہ فقرا ہوں اور بروں کے ساتھ رہنا برا ہے اگرچہ وہ مالدار
ہوں * صبح و شام خصوصیت سے رب کا ذکر کرنا بہت افضل ہے * حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو صحابہ غریب بہت عزیز ہیں کیونکہ ان کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں اور محبوب رب العالمین ٹوٹے دلوں کی
آس ہیں۔ سرداران قریش نے عرض کیا تھا کہ ہم اسلام تو قبول کریں لیکن ان فقراء و مساکین
مسلمانوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہم کو شرم آتی ہے اگر آپ ان غریبوں کو اپنی مجلس شریف سے

علیحدہ کر دیں تو صرف ہم ہی نہیں بلکہ بہت سے لوگ ایمان قبول کر لیں گے اس پر یہ آیت شریف
اتری۔ اس سے معلوم ہوا کہ تھوڑے مخلص مسلمان بہت سے ریاکاروں سے بہتر ہیں ✶ حضور انور
کی نگاہ کرم ہمیشہ اپنی امت کے صالحین پر ہے خواہ وہ کہیں اور کسی زمانہ میں ہوں حضور کی نگاہ یہی ہے (نور العرفان)
۲۹۔ حق وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ حق فرمائے، وہ حق نہیں جسے نفس کی خواہش اچھا کہے۔ قرآن اور اسلام
حق ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ جب عیینہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ ان (غرباء
و مساکین) کی بدبو آپ کو تکلیف نہیں دیتی ہم تو قبیلہ مضر کے سردار اور معزز لوگ ہیں اگر ہم اسلام قبول کر لیں
گے تو سب لوگ ہی اسلام لے آئیں گے اور ہمیں آپ کی اتباع اور پیروی سے صرف یہی (مساکین وغیرہ)
لوگ مانع ہیں۔ ان کو مجلس سے اٹھا دو تو ہم آپ کی اتباع کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ حق تمہارے
رب کی طرف سے ہے اور اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ان مسکینوں اور فقیروں کی مجلس و سنگت پر اپنے
آپ کو روکے رکھو اور وہ تمہیں منع کرتا ہے کہ کہیں ان پاکیزہ نفوس کو اپنی مجلس سے اٹھا دو چاہیں تو
یہ کافر ایمان کی روشنی قبول کر لیں اگر چاہیں تو کفر کے اندھیرے ہی میں بھٹکتے رہیں۔ فرمان حق تعالیٰ ہے کہ
مجھے ایمان لانے والے کے ایمان کی اور کفر کرنے والے کے کفر کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ اگر ایمان قبول کر لیتے
تو اس کا نفع تمہاری طرف لوٹتا اور اگر کفر کرتے تو کفر کا وبال بھی تم پر ہی پڑتا ✶ سرادق یعنی
وہ حجرہ جس کو قناتوں کے ساتھ گھیرا گیا ہو۔ حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا آگ
کے سرادق چار ہیں یعنی دوزخ کی چار دیواریں ہیں۔ ہر دیوار کی موٹائی طے کرنے کے لئے چالیس سال درکار ہوں گے
حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ امام بغوی نے لکھا ہے کہ ابن عباسؓ کے مطابق سرادق سے مراد آگ کی دیواریں
ہیں۔ کلبی کے نزدیک آگ کی لپیٹ ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد دھواں ہے جو کفار کو گھیرے گا۔
مہل سے مراد وہ تلچھٹ ہے جب وہ ان کے قریب کیا جائے گا تو اس کے چہرے کی کھال گل کر
اس میں گر جائے گی (خازن) مقول حضرت ابن عباس المھل سیاہ تلچھٹ ہے۔ وہ غلیظ پانی جو تیل کے
تلچھٹ کی مانند ہوتا۔ مجاہد کے نزدیک پیپ اور خون مراد ہے ابن مسعود نے کہا وہ پانی جو پیپ جب
غلیظ ہوتا۔ ابن عباس سے مرتفقا کا معنی منزل، مجاہد نے مجمع، عطاء نے قرار گاہ اور قتیبی نے
مجلس کیا ہے۔ ارتفاق کا اصل معنی رخسار کے نیچے اپنی کہنی رکھنا ہے یعنی آرام لینا اور سہارا لینا ہے
یہ حسنت مرتفقا کے مقابلہ میں استعمال کیا گیا ہے ورنہ دوزخیوں کے لئے کب کوئی آرام و سکون ہوتا۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)
۳۰۔ وہ لوگ مراد ہیں جو ایمان و ارکان و اعمال کے جامع ہیں یعنی وہ ایمان لا کر اعمال صالحہ کرتے ہیں
صالحات، صالحۃ کی جمع ہے دراصل یہ ایک وصف ہے لیکن شریعت کے ہر نیک عمل پر اس کا
اطلاق غالب ہے اس لئے اسے موصوف کی ضرورت نہیں اسی طرح الحسنۃ بھی صفت ہے جو عمل

اللہ تعالیٰ کے قرب کا سبب بنے اس پر بڑی اہمیت غالب ہے۔ جو لوگ ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں اللہ تعالیٰ ان کے اجر ضائع نہیں کرتا * ہر انسان اپنے عمل کی وجہ سے اجر کا مستحق ہوتا ہے نہ صرف علم سے، اس لئے کہ عمل سے ہی رفع درجات، شرافت، بزرگی اور مراتب علیا نصیب ہوتے ہیں۔

حدیث قدسی شریف ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جنت میں میرے فضل و کرم سے داخل ہوں لیکن ان کی تقسیم اعمال کے مطابق ہوگی * حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ کے پاس حجۃ الوداع کے موقعہ پر ایک اعرابی حاضر ہوا اور آقائے کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناقہ عضبا پر عرفات میں سوار تھے اس نے عرض کی "ان الذین آمنوا" کے صحیح مصداق کون حضرات ہیں حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا "تو ان سے دور نہیں اور نہ وہ تجھ سے دور ہیں" اس وقت حضور اکرمؐ کے نزدیک حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کھڑے تھے۔ یہ آیت انہی کے حق میں نازل ہوئی۔ (بحوالہ تفسیر روح البیان)

لغوی اشارے * وَجْهَهٗ: اسم منصوب مضاف ہٗ ضمیر واحد غائب مضاف الیہ۔ اس کا رخ، اللہ کی خوشنودی، اللہ کا دیا ہوا ثواب، اللہ کی ذات ▲ فُرُطًا: حد سے بڑھا ہوا یا ضائع (راغب) فُرُطٌ حد سے بڑھ جانا۔ فَرَطٌ پیش رو، پہلے سے کام کو درست کرنے کے لئے چلا جانے والا، پہلے سے بھیجا ہوا سامان ▲ سُرَادِقُهَا: اس کی قناتیں سرادق مضاف ھا ضمیر واحد مونث غائب، مضاف الیہ جوہری نے لکھا ہے کہ ہر وہ شے جو کسی شے کا احاطہ کئے ہوئے ہو خواہ چار دیواری ہو یا شامیانہ یا خیمہ وہ سرادق ہے ▲ نُضِيْعُ: جمع متکلم مضارع اضاعۃ مصدر (افعال) ہم ضائع نہیں کریں گے ضَیْعٌ اور ضَیَاعٌ مصدر (ضرب) ضائع ہونا کھو جانا۔ اضاعۃٌ (افعال) تضییعٌ (تفعیل) تضیّع (تفعّل) ضائع کرنا (لغات القرآن)

مفہومات مزید * اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوا کہ آپ اپنے غرباء و مساکین اہل ایمان کے ساتھ رہا کریں اور انہیں اپنے ساتھ رکھا کریں یہ وہی ہیں جو صبح و شام رضائے حق کے طالب ہیں اور اسی کا ذکر و تسبیح کیا کرتے ہیں کفار کی باتوں کو نظر انداز کر دیں جن کے دل غافل ہیں اور جو سرکش ہیں ● حق آچکا رب تعالیٰ کی طرف سے اب ہر ایک کی سعادت و شقاوت یہ ہے کہ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے حق سے منہ پھیر لے اور اپنے انجام کے متعلق خوب غور کرلے۔ ظالموں کے لئے آگ، سخت عذاب اور دہلا دینے والا انجام ہے ● جو لوگ ایمان لائے اور اپنی زندگیاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں گزاریں یعنی نیک اور اچھے اعمال کئے ان کے لئے خوشخبری ہے کہ خالق کائنات رب العالمین ان کے اعمال صالحہ اور اس کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ان کے لئے دائمی نعمتوں اخروی آسائش و آرام کی خوشخبری ہے۔ (س م ح ش)

أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ
أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٔينَ
فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ ۚ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا
رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا
بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِم مِّنْهُ شَيْئًا ۙ وَ
فَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا ۝

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے لئے ہمیشگی کے باغ ہیں ان کے نیچے ندیاں بہ رہی ہوں گی ان
کو اس میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ سبز رنگ کے کپڑے باریک اور
دبیز پہنیں گے اس میں مسہریوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، کیا اچھا صلہ ہے
اور کیسی بہتر جگہ ہے * اور ان سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے جن میں سے ایک کو
ہم نے دو باغ انگور کے دے رکھے تھے۔ اور انھیں کھجور (کے درختوں) سے گھیر رکھا تھا اور
ہم نے ان دونوں کے درمیان کھیتی بھی لگا رکھی تھی * دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے
تھے اور کسی کی پیداوار میں ذرا کمی نہ رہتی، اور ہم نے ان دونوں کے درمیان ایک ندی جاری کر رکھی تھی
(۱۸/۳۱ تا ۳۳ * ت: م)

۳۱۔ ان سعادت مند لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اس کے رسولوں اور ان کے لائے
ہوئے پیغام کی تصدیق کی اور ان کے ارشادات کی روشنی میں نیک اعمال کرتے رہے، انھیں ہمیشگی والی
جنتیں ارزانی فرمائی جائیں گی جن کے بالاخانوں اور رہائش گاہوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ان خوش
بختوں کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے ایک اور مقام پر فرمایا "اس میں پہنائے جائیں گے سونے
کے کنگن اور موتی اور وہاں ان کی پوشاک ریشم ہے" (۲۲/۲۳) اس لباس کی تفصیل یوں بیان
ہوئی ہے "سبز کپڑے کریپ اور دبیز کے پہنیں گے۔ (ک)" سُندُس باریک نرم ریشم کو کہا جاتا ہے اور
استبرق نرم موٹے ریشم کو کہتے ہیں اس میں چمک بھی ہوتی ہے۔ مُتَّکِئِیۡنَ۔ اتکاء سے ہے جس کا معنی
بقول بعض پہلو کے بل لیٹنا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ چار زانو ہو کر بیٹھنا۔ یہی معنی یہاں موزوں
معلوم ہوتا ہے ارائک اریکہ کی جمع ہے اس سے مراد وہ نشست گاہ اور پلنگ ہے جس پر

پردہ ڈال کر عروس کے لئے آراستہ کیا گیا ہو۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی حجلہ عروسی میں رکھا ہوا پلنگ۔
ان کے اجر و ثواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جنت ان کے اعمال صالحہ کا کتنا عمدہ اجر ہے اور یہ کس قدر اچھی آرام گاہ اور پیارا مقام ہے۔ اس کے برعکس دوزخیوں کے لئے کہا تھا "کیا ہی برا پینا ہے اور دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ" سورہ فرقان میں بھی دوزخیوں کی جگہ کو یعنی دوزخ کو برا ٹھکانہ اور بری جگہ کہا گیا (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

۳۲- یہ آیت دو بھائیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اہل مکہ میں سے بنی مخزوم سے تعلق رکھتے تھے ان میں سے ایک مومن حضرت ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسود اور دوسرا بھائی کافر اسود بن عبدالاسود تھا۔ بعض کہتے ہیں یہ عیینہ اور اس کے ساتھیوں کا حضرت سلمان فارسی اور ان جیسے درویشوں کے ساتھ جو طرز عمل تھا اس کی مثال ہے ان دونوں کو بنی اسرائیل کے دو شخصوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جن میں سے ایک مومن تھا جس کا نام یہودا تھا (ابن عباسؓ) اور بقول مقاتل اس کا نام تملیخا تھا اور دوسرا کافر تھا جس کا نام قطروس تھا وہب نے اس کا نام قطفیر لکھا ہے ان دونوں کا ذکر سورۃ الصافات میں فرمایا گیا ہے ان کا قصہ عبداللہ بن مبارک نے معمر کے حوالے سے عطاء الخراسانی سے نقل کیا ہے (تفسیر مظہری۔ت)

● مومنوں اور کافروں کو یہ دو مثالیں سناؤ تاکہ ہر فریق عبرت پکڑے اور اپنا اپنا انجام سوچ لے اس سے معلوم ہوا کہ قیاس مجتہد برحق ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ واعظ کو چاہئے کہ سمجھانے کے لئے مثالیں بیان کیا کریں * آس پاس باغ اور بیچ میں ہرا بھرا کھیت دیکھنے میں بہت ہی خوشنما ہوتا ہے اس سے لوگوں کی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں کھیت سے اناج اور باغ سے پھل حاصل ہوتے ہیں کھجور اور انگور بہترین غذا اور میوہ ہیں۔ (بحوالہ نور العرفان)

۳۳- ہر دو باغوں نے اپنے ثمرات دیئے جو کھانے کے لائق تھے ان کا کوئی پھل "گلا سڑا" نہ تھا۔ باغات نے پھل دینے میں کسی قسم کی کمی نہ کی جیسے عام طور پر باغات میں ہوتا ہے کہ بعض ایک سال پھل بھرپور ہوتا ہے اور دوسرے سال کچھ کم اسی طرح بعض درختوں میں قدرت نے نظام رکھا ہے کہ ایک سال بہت پھل دیتے ہیں اور دوسرے سال سرے سے دیتے ہی نہیں۔ اور ہم نے ان دونوں کے بیچ میں ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ نہریں جاری کیں تاکہ پھل دینے اور رونق میں کمی نہ ہو (روح البیان)

لغوی اشارے * عَدْنٍ : رہنا بسنا، کسی جگہ مقیم ہونا۔ یہ مصدر ہے اور اس کا فعل باب ضَرَبَ اور نَصَرَ سے آتا ہے۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ کے معنی ہیں رہنے بسنے کے باغات یعنی وہ جنتیں کہ جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا واضح رہے کہ عدن کو بعض محققین علم قرار دیتے ہیں اور بعض صفت، جو لوگ علم کہتے ہیں وہ اس کو جنت میں ایک خاص مقام کا نام بتاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عدن حق تعالیٰ کا (بنایا ہوا) گھر ہے کہ جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی بشر کے دل پر اس کا خیال آیا۔

اس میں انبیاء، صدیقین اور شہداء کے علاوہ اور کوئی نہیں جا سکتا۔ اور جو لوگ عدن کو علم نہیں بلکہ جنت کی صفت بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عدن کے معنی اصل میں استقرار اور ثبات کے ہیں محاورہ ہے عدن بالمکان یعنی انسان اس جگہ قیام کیا اور عدن سے مراد اقامت علی وجہ الخلود یعنی دائمی طور پر رہنا بسنا۔ اور عدن کے یہی معنی وہ فرد کامل ہیں جو تمام وجہ کے مناسب ہیں یعنی جنات اقامت وخلود اس معنی کے لحاظ سے تمام جنتیں "جنات عدن" ہیں (روح المعانی) ▲ أَسَاوِرَ : کنگن، پہنچیاں۔ سوار کی جمع جس کے معنی کنگن اور پہنچی کے ہیں ▲ ذَهَب : سونا، زر ▲ ثِيَاب : کپڑے، پوشاک، ثوب کی جمع۔ جس کے معنی کپڑے کے ہیں، اس کی جمع "اثواب" بھی آتی ہے ▲ سُنْدُس : باریک ریشم، لاہی، باریک دیبا۔ الاتقان میں لکھا ہے "جوالیقی نے کہا ہے کہ فارسی میں اس کے معنی باریک دیباکے ہیں اور لیث کہتے ہیں کہ ارباب لغت اور مفسرین میں کسی کا اس میں اختلاف نہیں کہ یہ معرب ہے شیدلہ نے اس کو ہندی میں بتایا ہے ▲ اِسْتَبْرَق : ریشم کا دبیز موٹا کپڑا۔ دیبا ▲ فَجَّرْنَا : ہم نے پھاڑ کر بہایا۔ (ل ق)

مفہومات مزید ✶ بنی اسرائیل کے ایک مومن اور دوسرے کافر کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے (م) ان دونوں میں سے ایک جو مومن تھا اس کا نام یہودا تھا اور دوسرے کا نام قطروس تھا جو کافر تھا یہ ہر دونوں اپنے والد سے آٹھ ہزار دینار کے وارث ہوئے کافر نے اپنے چار ہزار دینار کی جائیداد بنائی ایک ہزار سے زمین خریدی، ایک ہزار سے مکان بنایا، ایک ہزار دینار خرچ کرکے نکاح کئے اور ایک ہزار دینار سے ساز و سامان راحت اور خدام خریدے جبکہ مومن وارث نے ایک ہزار سے جنت میں زمین کی خریدی کے لئے فقراء کے درمیان بنام خدا تقسیم کردیے۔ راہ خدا میں جنتی حوروں کے حصول کے لئے ایک ہزار دینار محتاج بیواؤں میں بانٹ دیے۔ ایک ہزار دینار جنت کے ہزار دار بنوانے کے لئے مساکین و ضرورت مندوں میں بانٹ دیے۔ ایک ہزار دینار ساز و سامان و خدام کی خریدی کے لئے جو بچے تھے اسے بھی فقراء و محتاجوں میں تقسیم کردیے تاکہ جنت میں حور و غلمان پا سکے اس طرح انہوں نے اپنا پورا مال اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے اجر کی خاطر قربان کردیے۔ سب کچھ راہ خدا میں دے کر خود قناعت وصبر کے ساتھ بسر کرتے تھا وہ فقر وفاقہ کی حالت میں ایک جگہ بیٹھا تھا کہ اس کا کافر بھائی بڑے کروفر اور نوکر چاکر کے ساتھ سامنے سے گزرا یہ دیکھ کر یہودا اس سے طالب امداد ہوا قطروس یعنی اس کے کافر بھائی نے پوچھا تم نے اپنا مال کیا کیا تو یہودا نے کہا کہ فی سبیل اللہ فقراء کو دیدیا تو قطروس نے بہت زجر و توبیخ کی اور کہا جاؤ میرے پاس تمہارے لئے کچھ نہیں۔

(س م ح ش ن)

وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝
وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۝ وَّمَآ
اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝ ع

اور اس شخص کے پاس بہت پھل تھے پھر اس نے اپنے ساتھی سے باتیں کرتے ہوئے یہ کہا کہ میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور آدمیوں کے لحاظ سے بھی زیادہ عزت دار ہوں ✯ اور (جبکہ) وہ اپنی جان پر ستم ڈھاتا ہوا اپنے باغ میں گیا جا کر کہنے لگا کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی برباد ہوگا ✯ اور نہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ قیامت برپا ہوگی اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا بھی گیا تو اس سے بھی بہتر جگہ پاؤں گا۔ (۱۸/۳۴ تا ۳۶ ✯ ت: ح)

۳۴۔ اور (باغوں کے علاوہ) بھی اس کے اموال تھے۔ حضرت ابن عباسؓ اور قتادہ کے بقول "ثمر" کا معنی مال ہے بعض نے اس کا معنی پھل کیا ہے یہی زیادہ ظاہر ہے اور ایک دوسری قراءت ثُمُرٌ اس کی تائید کرتی ہے اس صورت میں یہ ثمرہ کی جمع ہے۔ جیسے خشبۃ کی جمع خشب۔ بعض دیگر حضرات نے اسے ثَمْرٌ بھی پڑھا ہے الغرض باغات کے مالک نے ایک دن بحث و مباحثہ کے دوران فخر و غرور کرتے ہوئے اور اپنی سرداری کی دھاک بٹھاتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا "میرے پاس مال و دولت بھی تم سے زیادہ ہے اور نوکر چاکر اور اولاد بھی تم سے زیادہ اور طاقتور ہے۔ قتادہ کے مطابق ایک فاجر شخص کی یہی آرزو ہوتی ہے کہ اس کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو اور طاقت نفری میسر ہو۔
(تفسیر ابن کثیر)

۳۵۔ یہاں ایک باغ کا ذکر فرمایا کیونکہ وہ علیحدہ علیحدہ ہر باغ میں داخل ہوتا تھا یا اس لئے کہ دونوں باغ ایک دوسرے کے متصل تھے اس لئے ایک باغ فرما دیا یا باڑ اور چاردیواری ایک ہونے کی وجہ سے (جنت) ایک باغ فرمایا اور درمیان میں نہر کی وجہ سے جنتین (دو باغ) فرمایا یا وہ باغ مراد ہے جس سے اسے دائمی باغ سے محروم کر دیا تھا جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے متقین سے فرمایا چونکہ کافر کی امیدیں بڑی طویل تھیں وہ غفلت میں سرکش ہو چکا تھا اور مہلت کی وجہ سے گھمنڈ میں تھا، اس وجہ سے اس نے کہا میں تو اس باغ کے فنا کا تصور بھی نہیں کرتا شاید یہ بھی مراد ہو کہ اس نے یہ گمان کیا کہ اس کی یہ خوش حالی، مال، دولت اور باغات ہمیشہ رہیں گے، جب تک اس کی زندگی کی سانس باقی ہے کیونکہ کوئی عقلمند خواہ مومن ہو یا کافر وہ یہ تو جانتا ہے کہ ایک دن اس دنیا سے کوچ کرنا ہے اور ہمیشہ زندہ رہنا تو ممکن ہی نہیں ہے یا یہ مراد ہے کہ اس نے زبان حال سے یہ کہا تھا کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوتے ہیں اور

دنیا کی لذتوں اور آسائشوں میں منہمک ہوتے ہیں وہ بڑی طویل امنگیں رکھتے ہیں اور ایسے ایسے اعمال کرتے ہیں گویا انھیں کبھی مرنا ہی نہیں ہے۔ گویا وہ زبانِ حال سے کہتے ہیں کہ نہ ہمارے باغ تباہ ہوں گے اور نہ قیامت قائم ہوگی۔ (تفسیر مظہری۔ت)

وہ۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہوگی۔ الساعة سے قیامت کا وہ دن مراد ہے کہ جس دن بندے حساب وکتاب کے لئے اٹھیں گے۔ پھر اگر میں اپنے رب تعالیٰ کے پاس لوٹایا بھی گیا تو اولاً میرا دل نہیں مانتا کہ مرنے کے بعد اٹھنا بھی ہے بفرض محال اگر لوٹایا بھی گیا تو بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے کہ وہ اس عبارت سے مرنے کے بعد اٹھنے کا اعتراف کر رہا تھا۔ یہ صرف وہم ہے اس لئے کہ اگر وہ مانتا تو مشرک کیسا اس لئے کہ مشرکوں کو ایسے اعتراف کہاں اور قرآن کے الفاظ سے صاف ہے کہ وہ کافر و مشرک تھا اس لئے اس کے "ولئن رددت" کو بفرض محال پر محمول کیا جاتا ہے۔ اس مقام پر اس شخص کا مطلب یہ ہے کہ اگر اپنے باغات جن سے متعلق یہ گمان ہے کہ وہ فنا نہ ہوں گے کو چھوڑ کر رب تعالیٰ کے پاس جاؤں اس اعتبار سے یہاں ولئن رددت زیادہ مناسب ہے۔ وہاں ضرور پاؤں گا ان باغات سے بہتر مُنْقَلَبًا تمیز ہے بمعنی مرجعاً وعاقبةً۔ یہ طمع اور جھوٹی قسم کھا کر اسے اعتماد اس لئے تھا جیسے وہ دنیا میں بہت بڑے کمالات کا مالک ہے اور سمجھتا تھا کہ اسے یہ مراتب اس کے ذاتی کمالات سے حاصل ہیں اور اس کا خیال تھا اللہ تعالیٰ کا کرم جیسے اسے آج حاصل ہے کل قیامت میں بھی اسے ایسے ہی نصیب ہوگا۔ حالانکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے استدراج مہلت کے طور پر تھا یعنی اس کا خیال تھا کہ کل قیامت میں بہشت میں بھی اسے ایسے ہی باغات نصیب ہوں گے جیسے آج دنیا میں حاصل ہیں۔ (ف) بہت سے مغرور اور متکبر ناشکرے نافرمان اور گنہگار بھی غرق ہو کر کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے اس نے دنیا میں جس طرح عنایات فرمائی ہیں آخرت میں اس سے بڑھ کر عنایات فرمائے گا ورنہ وہ رحیم و کریم کیا۔ یہ محض اس کا دھوکہ ہے اور اوامر و نواہی سے مذاق کرنے کے مترادف ہے ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے انسان تجھے اپنے رب کریم کے ساتھ کس چیز نے دھوکہ دیا ہے" (روح البیان)

لغوی اشارے ★ ثَمَرٌ: پھل میوے، اس کا واحد ثَمَرَةٌ اور جمع ثِمَارٌ اور ثمرات ہے ▲

یُحَاوِرُہٗ: واحد مذکر غائب مضارع مُحَاوَرَةٌ و حِوَارٌ مصدر (مفاعلة) گفتگو کر رہا تھا جواب دے رہا تھا۔ صاحب کمالین نے کہا یہ لفظ حَارَ یَحُوْرُ سے ماخوذ ہے۔ محاورہ کا معنی ہے گفتگو کرنا قرینہ مقام کی وجہ سے شیخی اور فخر جتانا مراد ہے اسی لئے سیوطی نے اسی رکوع میں اول جگہ پر اسی کا ترجمہ یفاخرہ کیا ہے لیکن دوسری جگہ بدستور یخاطبہ لکھا ہے معالم مدارک خازن اور عام

اہل تفسیر نے دوران گفتگو کرنے کا ہی معنی کیا ہے ▲ أَعَزُّ : زیادہ زور والا ، زیادہ عزت والا ،
عزّ سے جس کے معنی عزت کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ ▲ نَفَرًا : اسم جمع منصوب حالت
متعدد افراد کی ٹولی جماعت کی حمایت ، کنبہ ، خاندان ▲ تَبِيدَ : وہ ہلاک ہو گی ، وہ تباہ ہو گی
وہ خراب ہو گی (ضرب) بَيْدٌ سے جس کے معنی اصل میں بیدا یعنی صحرائے بے آب و گیاہ میں کسی
چیز کے متفرق اور پراگندہ ہونے کے ہیں اور اسی اعتبار سے مکمل بربادی تباہی اور ہلاکت کے متعلق
اس کا استعمال ہوتا ہے مضارع کا صیغہ واحد مونث غائب ▲ رُدِدْتُ : میں لوٹایا گیا
معبود کو واپس کیا گیا ، مجھے پھیرا ، ردّ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد متکلم ▲ مُنْقَلَبًا : انقلاب ، لوٹنا ، انجام (لاق)

مفہومات مزید ✶ ہر وہ میوہ جو درخت سے کھانے کے لئے حاصل ہوتا ہے اسے عربی میں ثَمَرَةٌ کہتے ہیں ۔
باغات کے ذکر میں ثمرات کا علیحدہ ذکر فرمانے میں اس بات کا اظہار مطلوب ہے کہ وہ کافر اللہ تعالیٰ کی
طرف سے ہر طرح کے مال و اسباب سے نوازا گیا تھا ۔ باغات میں انگوروں کے علاوہ ہر قسم کے میوہ جات
مثلاً کھجور ، انار وغیرہ تھے ✶ انسان کو کاروبار میں جتنی مدد و حمایت مردوں سے حاصل ہوتی ہے وہ عورتوں
سے نہیں ہوتی ✶ دنیا کی بے ثباتی اور اس کے اسباب و تجمل پر مغرور ہو کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور انکار کا
بد نتیجہ جو کبھی دنیا ہی میں ظاہر ہوتا ہے اسے دو شخصوں کی تمثیل سے واضح فرمایا گیا ہے ۔ بعض محققین
کہتے ہیں کہ دراصل ایسے دو شخص تھے لیکن کہ حق کیا یہ واقعہ ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ دو شخص بنی اسرائیل
میں سے دو بھائی تھے کہ ایک نے اپنا مال اللہ کی راہ میں صرف کیا تھا اور دوسرا دنیا دار اور مشرک اور
دار آخرت کا منکر تھا اس نے دو باغ اپنے تمام مال سے ایسے لیے کہ ان میں نہر بھی جاری تھی
اور بیچ میں انگور اور آس پاس کھجور کے درخت بھی تھے اور وقت پر پھل بھی عمدہ آتے تھے (ح) اس پر
اس کی اولاد اور خدمت گار نوکر چاکر بھی زیادہ تھے ۔ ایک روز اپنے غریب مومن بھائی کے ساتھ
باغ میں گیا اور وہاں بجائے شکر گزاری کے تکبر کیا اور دنیا کی ترقی پر قیاس کر کے آخرت میں بھی تجمل
و آسائش پانے کا استحقاق ظاہر کیا اور آخرت کا بھی منکر اس کے کلام سے ثابت ہوا ۔ (اس ح مش)